ادبِ کثیف

حاجی لق لق



لطافت بے کثافت جلوہ

چمن زنگار ہے آئینہ

ادبِ کثیف

حاجی لق لق

ناشر مکتبہ اُردو لاہور

قیمت عہ

طبع اوّل

باہتمام چودہری نذیر احمد پرنٹر و پبلشر انتخاب پریس گنپت روڈ لاہور چھپ کر مکتبہ اردو لاہور سے شائع ہوئی

مندرجات

اِنتساب

کر ـــ کر ـــ کر ـــ بلیک آوٹ کی راتوں میں
ـــ ہوائی حملوں کے دنوں میں ـــ بڑے ادب
کے ساتھ ـــ اپنی اس ناچیز ـــ حقیر
پر تقصیر تصنیف کو ـــ معنون کر ـــ کس کے نام؟
اجی اپنے محترم کے نام ـــ یعنی

لفٹنٹ کرنل نواب سر محمد نواز خاں صاحب

کے نام ـــ

میرا اور پبلشر کا جھگڑا

پبلشر

کتابت اور طباعت لطیف کر دیں گے
ہم اس کثیف ادب کو لطیف کر دیں گے

میں

تکلفات کا عزم لطیف رہنے دو
مرے کثیف ادب کو کثیف رہنے دو

لیکن میں ہارا

پیش لفظ

ادب لطیف ؟

ہاں ادبِ لطیف —— جس کا موجد کوئی عبداللطیف تھا۔

ہاں عبداللطیف —— کتاب "نجات المومنین" میں یہی لکھا ہے۔

نیز —— "ہیر وارث شاہ" بھی یہی کہتی ہے۔

اور ادبِ کثیف ؟

اس کا موجد ہیں —— یعنی منکہ حاجی لق لق ہوں۔

اور ادب کی اس صنفِ جدیدہ کا محرک ؟

وہی مولانا مولوی اسد اللہ خاں غالب دلّی والا۔

ایک رات —— بھیانک رات

جبکہ ہماری گلی کا کتا بھونک رہا تھا۔

سیاہی —— شب گرد سپاہی

سوتے سوتے چلنے جا رہے تھے۔

اور خراٹے بھرتے بھرتے "جاگتے رہو بہادرو" کی صدائیں لگا

رہے تھے۔

ہر طرف سناٹا ——— میرے بگڑے ہوئے ٹائم پیس کا سا سناٹا

ہر طرف اندھیرا ——— بے ایمان کی قبر کا سا اندھیرا۔

میرے کمرے میں ——— بے انگیٹھی کے کمرے میں۔

بجلی کی بتی جل رہی تھی ——— ۵ ہارس پاور کی بتی

بتی اس لئے جلائی تھی ——— کہ کمرہ کچھ گرم ہو جائے۔

میں کچھ سوچ رہا تھا ——— کیا ؟

یہ خود ہی سوچ لیجئے ——— مجھے تو یاد نہیں۔

سوچتے سوچتے ——— چلا چل چلا چل

میں دلّی جا پہنچا ——— کوچہ چیلاں میں

میں نے دیکھا ——— کہ مرزا غالب ——— حضرت غالب

ایک بوتل اور ایک گلاس سامنے رکھے بیٹھے ہیں۔

میں کیا جانوں کہ بوتل میں کیا تھا ؟

کوئی دوائی ہو گی۔

میرزا تکیئے کے سہارے بیٹھے تھے۔

اور ان کے سامنے چند شاگرد ——— دو زانو استادہ تھے۔

میرزا اپنی ایک غزل سنا رہے تھے۔

آپ نے فرمایا ؎

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی

چمن زنگار ہے آئینۂ بادِ بہاری کا۔

میں نے داد دینی شروع کر دی ——— واہ ——— واہ ———

اجی واہ۔

میں نے اس قدر اچھل کر داد دی۔ کہ چارپائی سے نیچے آرہا۔

دیکھا کہ نہ دلّی ہے نہ میرزا غالبؔ۔

میں اپنے ہی کمرے میں ہوں ——— اور بتی جل رہی ہے۔

کتا بھونک رہا ہے ——— سپاہی للکار رہے ہیں

میں کچھ سوچ رہا تھا ——— کیا ؟

اگر آپ کو یاد نہیں تو مجھ سے پوچھئے۔

میں سوچ رہا تھا۔ کہ میرزا غالبؔ نے کیا کہا ؟

جب تک کثافت نہ ہو ——— تب تک ؟

لطافت بے جلوہ ہے ؟ ——— یعنی بالکل ایسی ویسی ؟

خوب ! خوب ! ——— آئیڈیا ——— آئیڈیا۔

جب کثافت کے بغیر لطافت بے جلوہ ہے۔

تو ادب کثیف کے بغیر ادب لطیف کے کیا معنی ؟

میں اٹھا ــــــ میز پہ بیٹھا ــــــ یعنی میز والی کرسی پر۔
قلم ہاتھ میں لیا ــــــ اور مرزا غالبؔ کا نام لیکر ــــــ
"ادبِ کثیف" کا سنگِ بنیاد رکھدیا۔

یہ عمارت آہستہ آہستہ بنتی گئی۔
حتیٰ کہ اب ایک دالان کی صورت میں حاضر ہے۔
یعنی اس کتاب کی صورت میں۔
آپ اسے پڑھیئے ــــــ یا نہ پڑھیئے
بہرحال میرے حق میں دعائے خطاب ضرور کیجیئے۔
اگر مسلمان اس کتاب کو پڑھیں گے۔
تو ان کو پلاؤ۔ متنجن۔ بریانی۔ مرغ۔ کباب اور کوفتوں کا مزا آئیگا۔
ہندو پڑھیں گے۔ تو اس میں ــــــ
مٹھی۔ پراکڑی۔ پاپڑ۔ بڑیوں کا ساکرارہ پن پائیں گے۔
اور سکھوں کے لئے تو یہ کڑاہ ہی کڑاہ ہے۔

نیاز مند حاجی لق لق

در مدح خود

میں بے خطاب ہوں؟ کیا یہ جناب کہتے ہیں
مرا خطاب ہے جس کو خطاب کہتے ہیں
کثیف ادب کا ہوں موجد مرا ہے لی آئی نام
ادیب مجھ کو "کثافت مآب" کہتے ہیں

للکار

ادب کی میں نے نئی راہ اک نکالی ہے
نہیں ہے کوئی بھی اس راہ میں حریف مرا
"لطیفیو" ذرا مینڈھے لڑا کے دیکھ تو لو
ادب لطیف تمہارا ادب کثیف مرا

ساون کا مہینہ

آ گئے ـــــــ ادب کثیف والے آ گئے ـــــــ چشمِ ما کثیف

دل ما کثیف ؎

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینہ بادِ بہاری کا

ساون کا مہینہ بھی آ گیا۔
ابر سیاہ برس کے کھل جائے گا۔ تو ـــــــ
سُرخ و سبز ساڑھیوں والی تیتریاں سڑکوں پر نکلیں گی۔
جب کسی تیتری کا پاؤں آم کی گٹھلی پر سے پھسلے گا تو ـــــــ
لوگ پکار اُٹھیں گے ؎

اُڑ جھنبیری ساون آیا

ہائے ساون کا مہینہ

اور آہ زمانے کی ناساون شناسی
نہ کوئی آم کھلاتا ہے۔
نہ کوئی جھولا جھلاتا ہے۔
نہ حکومت اپنے دفاتر بند کرتی ہے۔
نہ "شہباز" والے ایک مہینے کی تعطیل کرتے ہیں۔
کہیں ساون کا مہینہ بھی کام کرنے کا مہینہ ہے ؟
آؤ — ہڑتال کردیں

نیلی نیلی بدلیاں
اودی اودی گھٹائیں

ہرا ہرا سبزہ
سُرخ سُرخ پھُول — نہ تو یہ
سُرخ سُرخ بوتلیں
ہاں — اور میفروش کی سُرخ سُرخ آنکھیں

اور یہاں
ہماری خالی جیبیں
آہ زمانے کی ناساون شناسی

تاریک راتیں

مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ۔
مسلم لیگ کے پنڈال میں آ۔
دلوں کو مجروح کر —— پروا نہیں۔
کیونکہ ریڈ کراس کا ہسپتال موجود ہے۔

جام نہ دے نہ سہی۔
منزل ہوٹل کی چائے موجود ہے۔
لیکن آ ضرور —— لا ضروری
میرا عشق —— زندہ باد
تیرا حسن —— ہائے ہیں مردہ باد

آہ! وہ منٹو پارک کی راتیں
خاموش و تاریک راتیں
کبھی کبھی چاندنی اور بے پولیس راتیں!

ہر طرف سکون ——— پھر سکون میں حرکت

آہ! وہ کیف بخش بلکہ مولا بخش راتیں

لیکن آج ———

شور ——— ہنگامہ ——— تقریریں ——— نعرے

لاہور کی ہائڈ پارک کو کیا ہوا؟

ان لوگوں نے کیوں ہماری عشرت گاہوں کو چھین لیا۔

یہ کیا چاہتے ہیں؟

جاؤ ان سے کہہ دو۔ کہ

تین دن بجلی کے لیمپ اور پھر اندھیری رات ہے

مَیں۔ اُلّو اور مچھر

آہ! میری شب بیداریاں
سنسان اور تاریک رات
میری آنکھیں نیند سے بیگانہ
لیٹتا ہوں اور پھر اُٹھ کے بیٹھ جاتا ہوں
بیٹھتا ہوں اور پھر لیٹ جاتا ہوں۔
لیکن نیند نہیں آتی۔
تصوّرِ جاناں بھی نہیں آتا۔
پھر کون مجھے سونے نہیں دیتا!
————— مچھّر!

آہ! مچھر کے نیند شکن نغمے
وہ موسیقار ہے۔
وہ زاہدِ شب بیدار ہے۔

وہ حقیقت کی آنکھیں رکھتا ہے
ورنہ اندھیرے میں —— گھٹاٹوپ اندھیرے میں
میرا کان کیسے ڈھونڈھ لیتا ؟
اور اُلّو ؟ —— یہ بھی ولی ہے۔
ورنہ دن میں —— دن کی روشنی میں
میرا مکان کیسے ڈھونڈھ لیتا ؟
دونوں صاحبِ نظر ہیں ؟ —— اُلّو اور مچھّر !

دنیا نیند کے مزے لے رہی ہے۔
کائنات نے بھنگ پی رکھی ہے۔
ہر طرف خاموشی —— ہر طرف سکون
کہکشاں خرّاٹے بھر رہی ہے۔
آسمان بے ہوش ہے۔
ذرّہ ذرّہ سو رہا ہے
لیکن ہم جاگتے ہیں —— ہم شب بیدار ہیں۔
ہم کون ؟
—— • میں۔ اُلّو اور مچھر

موسمِ بہار

موسمِ بہار آگیا
مسٹر جناح بھی آرہے ہیں
منٹو پارک میں مسلم لیگ کا پنڈال بن رہا ہے۔
کرکٹ کھیلنے والے ہجرت کر گئے ہیں
دُور ـــــ دُور ـــــ دریائے راوی کے کنارے
جہاں پنڈت جواہرلال نے علمِ آزادی لہرایا تھا
اور جہاں اب صرف مردے جلائے جاتے ہیں
ہیں ـــــ تو ـــــ تو ـــــ ہیں
آہ ـــــ اُوئی

موسمِ بہار آگیا
عشاق کے داغ دل ہرے ہو گئے
دیکھو سوٹ پوش عاشق

اور وہ دیکھو ساڑھی پوش حسن
یہ کیا کہہ رہے ہیں؟
لو ــــــ جنٹلمین نے دل پہ ہاتھ رکھا
اور لڑکی نے سلیپر اتارا
چٹاخ ــــــ پٹاخ
ارے یہ کیا؟
موسمِ بہار آگیا!

شاخیں ہل رہی ہیں۔
پھول کھل رہے ہیں
بلبل گا رہی ہے ــــــ بندے ماترم
وہ دیکھو بلبل اڑی اور پھول کے پاس جا بیٹھی
پھول نے کان کھولے۔
بلبل نے چونچ بڑھائی۔
اور گل کے کان میں کہا
ــــــ "کتاں متاں کڑرررر" ــــــ

•

گمشدہ کی تلاش

آؤ ــــــ اے جانِ تمنّا ــــــ آؤ

میرا دل ــــــــ

میکش صاحب کے حُقّے کی طرح بُجھ گیا

جگر ــــــــ

نمبرداری کی طرح جل گیا ہے۔

پھیپھڑہ ــــــــ

مجلس اتحاد ملت کی طرح کمزور ہوگیا ہے۔

کلیجہ ــــــــ

عرب ہوٹل کے کباب کی طرح منہ کو آتا ہے۔

نفس ــــــــ

اشرف صاحب کی گڑگڑی کی طرح چل رہا ہے۔

ــــــ آؤ ــــــ اے جانِ تمنّا ــــــ آؤ!

یہ مشاعروں کی رونق
یہ "ڈرینیج سکیم" کی شورا شوری
یہ روٹری کلب کا ہنگامۂ رقص و سرود
یہ ممتاز شانتی کا زندہ ناچ گانا
اور تم غائب!
میرے پاس سے اس طرح غائب
جیسے گدھے کے سر سے سینگ،
آخر تم کہاں ہو؟
آہ! گم شدہ کی تلاش!

گھنگور گھٹائیں

گھنگور گھٹائیں چھائی ہیں
جنوبی افریقہ میں کبوتر شماری
پنجاب میں "مال" شماری
کانگریس میں ووٹ شماری
اور شاعر کے گھر میں فاقہ شماری
اتحاد پارٹی میں مقروض شماری

واہ!
کیا گھنگور گھٹائیں چھائی ہیں۔

بلبل نے کہا آہ گل
گل نے کہا حاضر ہوں
پروانے نے کہا ہائے شمع
بلب نے کہا بٹن دباؤ

ڈاکٹر کھارے نے کہا ہائے گاندھی
گاندھی نے کہا تم میرے جسم کے مالک ہو
لیکن جان من تو؟
ے اے "رو سفید" تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

گھنگھور گھٹائیں چھائی ہیں
کیا بن ٹھن کر آئی ہیں
عیش کے نغمے لائی ہیں
ایسے ہیں ـــــــ شلغم بکالو

میری اسمبلی

آہ ! میری اسمبلی !
میں کیا ہوں ؟
اچھا خاصہ اسمبلی چیمبر
تیری نگاہوں کے خلاف ـــــ
میری نگاہوں کا احتجاج
تیری زبان کے خلاف ـــــ
میری زبان کا پوائنٹ آف آرڈر
شور ـــــ ہنگامہ ـــــ گڑبڑ
ـــــ آہ میری اسمبلی

تیری تقریریں
طویل اور "بے نقط" تقریریں
تحریکِ وصل کا گر جانا

قرار داد محبت کی ناکامی
ہوش و حواس کا "واک آؤٹ"
اور تیری کرشن گوپالیاں[1]
تو حزب مخالف ہے
اور میں —— "پریم یار" (پریمیر)
—— آہ میری اسمبلی

دل حاضر ہے تو جگر غائب
جگر موجود ہے تو عقل مفقود
کورم کبھی پورا نہ ہوا
—— آہ میری اسمبلی

[1] چودھری کرشن گوپال دت ایم۔ ایل۔ اے

”دوسر“

بڑی سلیقے والی ہے
دھوتے دھاتے برتن پاس رکھے ہیں
ایک ہاتھ میں پھکنی دوسرے میں دسپنہ ہے
چولھے پر ہنڈیا دھری ہے
نیچے دھیمی دھیمی آگ جل رہی ہے
تاکہ سرسوں کا ساگ اُبل نہ جائے
یہ ہے کون نیک بخت ؟
——— سر سکندر حیات خاں !

کھدر کا لحاف
کھدر کی توشک
کپاس کا انبار
نبولوں کا ڈھیر

روئی کا بیلن
سوت کی اینڈیاں
چرخے کی گھمکار
یہ چرخے کی ماہل پر کس کے نغمے سنائی دیتے ہیں؟
یہ کون چرخہ کات رہی ہے؟

——— سرچھوٹو رام

انقلاب زندہ باد!
انقلاب زندہ باد!

شاعر کا تخیّل

آہ! یہ کہسار کی بہار
دیودار کے درخت
سبزہ ہی سبزہ
پھول ہی پھول
ہیں ہی ہیں
تم ہی تم
مسلمان گوشت روٹی

بمباری کا تصور
کتنا بھیانک
شاعر کا تخیل
کتنا خوبصورت

سومنات کا مندر

واہ رے تیری گھوڑی
ہوا سے باتیں کرتی ہے
اور واہ رے میری سائیکل
زمین پر سجدے کرتی ہے
کہاں گھوڑی کہاں سائیکل
کہاں راجہ بھوج کہاں لنگڑا تیلی
"گھوڑی چڑھدا تے لگدا تھانیدار نی مائے"

وہ دن وہ زمانہ
دشت محبت کی سکول ماسٹری
چشم آہو کا بورڈنگ ہوس
گوہر مقصد کی "بس سروس"
سیر بت خانہ اور میری شاعری

اور پھر یہ شعر ؎

پجاری پریم کا ہوں اور تمہاری نگری کو
میں سومنات کا مندر سمجھ کے آیا ہوں

دل گم گشتہ کی تلاش

پولیس میں رپٹ لکھا دی ہے
کوچہ جاناں ؟ ؎
لازم ہے حکومت کو وہاں تھانہ بنا دے

والسلام

جاپان میڈ آفتاب

آہ! وہ تیری چشمِ بندوق
تیرے رخساروں پر گدھ اُڑ رہے ہیں
اور پیشانی پر سانپ لوٹ رہے ہیں
گویا تیری پیشانی اور میرا سینہ ایک ہیں
تیری ناک سے دسکی بہ رہی ہے۔
اور تیرا مونہہ؟ ـــــــــ
ارے اس سے تو پیاز کی بُو آ رہی ہے
ہٹاؤ اسے!

آفتاب! تو کیوں چمک رہا ہے؟
جا اور مغرب میں جا کر ڈوب مر
اور اپنی جگہ میرے "جاپان میڈ" آفتاب کو چمکنے دے۔
ستارو! آجاؤ میرے پاس

ہیں نے کسی کی جُوتی بنوانی ہے۔

چاند دور ہو جاؤ

ورنہ میں تم پر تھوک دوں گا

اور زمین ہلنا مت۔ میں گل محمد ہوں۔

سراپائے معشوق

پھول کھلتے ہیں
کوئی کوٹ بٹن بنتا ہے
کوئی میز کے گلدستہ میں جگہ پاتا ہے
کوئی سہرے میں پرو دیا جاتا ہے
کوئی مزار کی رونق بنتا ہے
کوئی سر کو زینت بخشتا ہے
لیکن تیرا گل رخسار ؟
لاؤ۔ اس کی گلقند بنائیں

تمہارا حسن —— اللہ اللہ
قد سرو کا سا
آنکھیں نرگس کی سی
رخسار پھول کی مانند

سینہ اناروں کا خوانچہ
گیسو سنبل پیچاں
سبحان اللہ!
تم تو اچھے خاصے گول باغ ہو

چتون ——— بھالے
نگاہیں ——— تیر
ابرو ——— کمان
ادائیں ———
ناوک۔ خنجر۔ شمشیر۔ ڈانگ
معشوق ہو یا مغل فوج کا میگزین؟

آسمانی حُور

مہینے کے آخری دن
شام کے وقت
جب دفتر "شہباز" میں کاپیاں جوڑی جارہی ہوتی ہیں
مغرب کی طرف ——— ارغوانی مے کا لبریز پیمانہ ———
داغِ مفارقت دیتا نظر آتا ہے۔
کمرے میں برقی پنکھے کی ہوا ——— محوِ آوارہ خرامی ہوتی ہے
میکش صاحب کا ٹیبل پنکھا ——— فیروز شاہ تغلق کے عہد کی نشانی
——— ڈھول بجا رہا ہوتا ہے
سامنے کے باغیچے میں ——— کوّے کلیلیں کرتے ——— اور
حاجی لق لق کی ماڈرن غزل گاتے ہیں۔
اس وقت
اے آسمانی حور
اے میری تنخواہ ——— میری نگاہیں تیری منتظر ہوتی ہیں ———

اور تجھے ڈھونڈتی ہیں
شام کی رنگین سپیدیوں میں
شفق کی سپید رنگینیوں میں
شمیم کی اخبار نویسیوں میں
مچھروں کی ملیریا آفرینیوں میں
اے آسمانی حور
اے میری تنخواہ
میری نگاہیں ——

آسمان پر —— ہوائی جہاز —— بادل کی طرح اُڑتا
جارہا ہے
اور اس میں
ایک حور وش میم —— بجلی کی طرح چمک رہی ہے
رات —— اندھیری رات
بجلی والوں نے تار کاٹ دیئے ہیں —— ایسے میں تم آؤ —
تو روشنی ہو جائے —— تمہارے رُخِ منور کی روشنی میں —
میں ایک پوٹیکل غزل لکھ لوں

ہوا چل رہی ہے ——— شاں شاں کرتی ہوئی

تانگہ اُلٹ گیا ——— گندے نالے میں

پریتم ——— آؤ

جلد آؤ ——— دیر نہ کرو

نہیں تو مُرمُرہ نہیں ملے گا

تانگہ سوار

او ٹانگہ سوار ٹھہر
تجھے اپنے حسن و جمال کا واسطہ ٹھہر
تیرا تانگہ تختِ سلیمان ہے
تیری گھوڑی سر آغا خاں کی "ممتاز محل" ہے
گھوڑے کا ساز سبحان اللہ
مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سونے کی کاٹھی ہے
بلکہ گرڈ کی کاٹھی ہے
ٹھہر کہ میں تیرے تانگے کا نمبر لے لوں

یہ مال روڈ نہیں او تانگہ سوار
تیرا تانگہ میرے دل پر سے گزر رہا ہے
اے کاش میں ٹریفک کا سپاہی ہوتا
اور ہاتھ اُٹھا کر تانگہ کھڑا کر دیتا

اور قیامت تک کھڑا رکھتا
تیرا تانگہ بھی خوبصورت ہے
"اے کلاس" ہے
اور تو؟
"تانگے چڑھدا تے لگدا کوچوان نی ماتے"

اے کاش میں کوچوان ہوتا
تمہیں مفت تانگے پر بٹھاتا
اور سارا دن لارنس باغ میں لئے پھرتا۔
شام کو جب طویلے میں پہنچتا
اور تانگے کا مالک دن کی آمدنی کا مطالبہ کرتا
تو میں کہتا کہ تھانیدار نے بیگار میں پکڑ لیا تھا۔
اگر اور کچھ نہ ہوتا تو میں ——
تانگے کا پائیدان ہوتا
لیکن افسوس —— میں کچھ نہ ہوا۔

تانگے آتے ہیں اور جاتے ہیں

گھوڑے بھاگتے ہیں اور دوڑتے ہیں
کوچوان چیختے ہیں اور چلّاتے ہیں
"بچ جا موڑ سے"
کیا تم موڑ ہو؟

قافیوں کی دنیا

دنیا　　　یہ قافیوں کی دنیا
دنیا ردیف ہے اور "مافیہا" قافیے
چشم آہو اور سلطان باہو
تیشۂ فرہاد اور وزیر آباد
دلا ور چیمہ اور آلو قیمہ
مشکِ تتار اور ریڈیو سٹار
منقارِ شہبازی اور نباتِ شیراز
سبحان اللہ　　　یہ قافیوں کی دنیا

فضاؤں کی بلندی اور میرٹھ کی نوچندی
کامریڈ باری اور بینگن کی ترکاری
دل آنجہانی اور کاغذ کی گرانی
گاندھی کی چوٹی اور بیسن کی روٹی

حاجی لق لق اور غنچۂ زنبق!
ہائے ——— یہ قافیوں کی دنیا

تم بھی ایک شعر ہو
بڑا بلند شعر بلکہ بلند شہر
وزن درست اور معنی "تصویر مانی"
آؤ۔ تمہاری تضمین کر دوں
لیکن آہ ——— میرا قافیہ تنگ ہے
——— آہ قافیوں کی دنیا

دعوتِ شیراز

آؤ میری جان ——— میرے گھر
مجھے عرب ہوٹل کی قسم
وہ خاطر کروں کہ یاد رکھو
آرزؤں کا قیمہ
تمناؤں کا قورمہ
حسرتوں کا شوربہ
التجاؤں کی چٹنی
مسٹر ایم۔ کے۔ میر کے سگرٹ
——— آؤ میری جان آؤ

ہوائی حملہ

دلِ پُر درد کی کہانی
ٹائپ رائٹر کی زبانی
کوئی تو سُنے

بے کاری —— مجبوری
ہر فن میں "مولا" ہوں۔ بلکہ مولا بخش ہوں
لیکن نہ معشوق ملتا ہے۔ نہ نوکری
درخواست کے لئے تین روپے کہاں سے لاؤں؟
آہ! دلِ پُر درد کی کہانی

وہ بالائے بام جلوہ
نگاہوں کے بم
چتون کے پمفلٹ
غمزوں کے پیراشوٹ

بچاؤ ـــــــــ خدا کے لئے بچاؤ
مجھے ہوائی حملہ سے بچاؤ
اور اس بت کے ہاتھ میں اخبار دے دو

ساون جا رہا ہے
سب بہاریں ختم ہو جائیں گی
مظفر گڑھ کے آم
پشاور کے آڑو
سرحد کی ناشپاتیاں
رحیم یار خاں کی کھجوریں
آہ! دنیا کیسی ناپائیدار ہے

بہارِ حُسن

چاندنی کی بہار

چاند انگریزی زبان میں چمک رہا ہے
کُتّے اس کی طرف پنجابی میں بھونک رہے ہیں
نہ وہ ان کی بولی سمجھے
نہ یہ اس کی گٹ مٹ سمجھیں
آہ! ایسے میں تو کہاں ہے

تیرے حُسن کی بہار

تیرا حسن تیری گرگابی کی طرح چمک رہا ہے
تیرے رخسار میں گرگابی کا عکس پڑ رہا ہے
اور گرگابی میں رخسار کا عکس نظر آ رہا ہے
یہ کہتی ہے میں بڑی وہ کہتا ہے میں بڑا
آہ! ایسے میں میں کہاں ہوں؟
واہ ری میری قصور کی مینڈھی!

میرا دل

آہ! وہ بزم یار کی رونقیں
اور آہ! وہ میری محرومی
لیکن جا! اے دل جا!
دربان کی آنکھ بچا کر جا
احاطے کا پھاٹک توڑ کر جا
ایوان کی دیوار پھاند کر جا
اور اگر دیواروں پر خار دار جنگلہ لگا ہو
تو بامِ یار پر ہوائی چھتری سے اتر
شاباش میرے "نر ملنگ" شاباش!

اے میرے دل کی آہ
تجھ میں طیارہ شکن توپ کی خاصیت ہے
تو آسمان میں شگاف کر سکتی ہے۔

تجھ میں بم کی سی طاقت ہے

تو زمین میں گڑھے ڈال سکتی ہے

تجھ میں ٹینک کے برابر زور ہے

تو کوچۂ یار کو تباہ کر سکتی ہے

تجھ میں گیس کا سا زہر ہے

جا اور یار کے گیس ماسک کو چیر کر نکل جا

آہ! اے میرے دل

تو میری متاعِ ہستی ہے۔ یعنی "مال متاع" ہے

تو میری جنسِ گرانمایہ ہے۔ یعنی "مایا" ہے

تو میرے لئے زرِ خالص ہے۔ یعنی "مخالص" ہے

تو میرا بے بہا خزانہ ہے یعنی "نوٹ گھر" ہے

تو میری جائداد ہے یعنی "مرہم داد" ہے

تو میرا کرنٹ اکاؤنٹ ہے یعنی "چلتی رقم" ہے

تو میرے لئے جواہرات ہے یعنی "پنڈت جواہر کی جمع" ہے

تو میرا ریزرو بنک ہے یعنی "دولت خانہ" ہے

آ کہ تجھے وار فنڈ میں دے دوں!

شانِ دارِ ہفتہ

آہ! میرے آسمانِ دل کے سِتار
تیرا یہ میک اپ
تیرے سفیدی کیے ہوئے رخسار
تیرے نقلی ابرو کی تلوار
تیرے رنگے ہوئے لبوں کی بہار
——— اور ان کا ذائقہ
تیرے ولایت کے بنے ہوئے گیسوئے خمدار
واہ رے تیرا حسنِ مستعار
ارے کوئی بھی چیز تمہاری اپنی نہیں
——— آہ! میرے آسمانِ دل کے سِتار

آہ! تم کہاں ہو؟
میری دنیا سے دور

عجیب و غریب دنیا میں
جہاں خوفناک کوہستان ہیں
جہاں تپتے ہوتے ریگستان ہیں
جہاں ہر ملک کے گلستان ہیں
جہاں بندر بھی انسان ہیں
لیکن جہاں کوئی چیز بھی اصلی نہیں
یعنی ہالی ووڈ میں
——— آہ تم کہاں ہو؟

آہ! وہ شاندار ہفتہ
وہ چوتھا پُربہار ہفتہ
وہ زندہ "ناچ و گانا" والا شو
جس میں آپ نے "زندہ گانا" گایا
لوگوں کا ہجوم
سامعین کا شور و غوغا
سازوں کی دلکش آواز
اور پھر تمہاری آواز

جس کے سنتے ہی لوگ ہال چھوڑ کر بھاگ گئے

——— آہ!

——— وہ شاندار ہفتہ

جنگ کا دیوتا

جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔
چشمِ تصوّر "جنگ نامہ" بن رہی ہے
توپوں کی آواز
بموں کے دھماکے
خون کی ندّیاں
لاشوں کی تڑپ
زہریلی گیس
آؤ تمہیں گیس ماسک لے دوں!

مشین گنوں کی مرگ آفرینی
آرمرڈ کاروں کی محشر زائی
خواجہ خضر کی خشم گینی جنگی جہاز
پون دیوتا کی قہر آگینی ہوائی جہاز

موت! ہر طرف موت!

زمین پر جنگ! آسمان پر جنگ!

ہوائی جہازوں کی بمباری!

آؤ ــــــ تہ خانہ میں دبک بیٹھیں!

لیکن تم بھی تو جنگ کے دیوتا ہو

تمہارا کوچہ مقتل ہے

تمہاری نگاہیں قاتل ہیں

تمہارے چتون بھالے ہیں

تمہاری اداؤں کا وار اٹل ہے

تمہارے تبسم میں موت پنہاں ہے

تم عزرائیل کے شاگرد ہو

آؤ ــــــ تمہیں فوج میں بھرتی کرادوں!

میرا دل خون خون ہو رہا ہے

آنکھیں رو رو کر سرخ ہو گئی ہیں۔

تمہارے غم میں سوکھ سوکھ کر سرخ ہو گیا ہوں

میدان عشق کا مجاہد ہوں — سرخپوش مجاہد
میں ہمہ تن سُرخ — روس
تم سراپا غضب — ہٹلر
آؤ — معاہدہ کرلیں!

منزلِ جاناں

——— تیری منزل کہاں ہے ؟
مسجد میں ڈھونڈا مندر میں ڈھونڈا
سینما میں ڈھونڈا بر بر میں ڈھونڈا
در در پہ پہنچا گھر گھر میں ڈھونڈا
حتیٰ کہ آوارہ گردی میں میرا چالان ہو گیا
اور حوالات میں جاکر پتہ چلا کہ
——— تیری منزل کہاں ہے

پنڈت نہ جانے ملّا نہ جانے
بچہ نہ جانے بوڑھا نہ جانے
گنگا نہ جانے جمنا نہ جانے
دوابہ نہ جانے ماجھا نہ جانے
گورا نہ جانے کالا نہ جانے

موٹر نہ جانے تانگہ نہ جانے
پھر جانے تو کون جانے
شاید عامل حکیم کریم الدین ہی جانے کہ
——— تیری منزل کہاں ہے

پہلو میں آجا دل میں سما جا
صورت دکھا جا الّو بنا جا
سگرٹ کو میرے باچیں لگا جا
بھولا ہوا ہوں رستہ دکھا جا
اللہ کے نام کا پیسہ دلا جا
کچھ نہیں تو اتنا ہی بتا جا کہ
——— تیری منزل کہاں ہے

آؤ چلیں

آؤ چلیں —— اس دنیا سے دور
جہاں سڑکیں ہوں نہ ٹریفک کے سپاہی
دریا ہوں نہ پہاڑ
کانگرسی ہوں نہ مسلم لیگی
میں ہوں اور تم
فضا میں تیرتے ہوئے
آؤ چلیں —— ہوائی جہاز میں

آؤ چلیں —— اس دنیا سے دور
جہاں نور کا عالم ہوں
نور کی بستیاں
نور کے انسان
نوری مناظر

ہر طرف نور ہی نور

آؤ چلیں ——— سینما دیکھیں

آؤ چلیں ——— اس دنیا سے دور

جہاں کا ہر انسان بادشاہ ہو ——— اور

تمام دنیا اس کے پاؤں کے نیچے ہو

جہاں کے انسان مشرق و مغرب کی تقدیر کے مالک ہوں

جہاں دن ہو نہ رات

آؤ چلیں ——— اخبار کے دفتر میں

محبت کا آنسو

ٹپک ٹپک اے محبت کے آنسو ٹپک!
مجھے چیمبرلین کے چھاتے کی قسم
فیروز پور کی طبّی روٹی کی قسم
"حاجی لق لق کی ورانتی" کی قسم
گاندھی جی کی بکری کی قسم
چودھری کرشن گوپال دت کی چپلی کی قسم
تعلیم بالغاں کی قسم
میں نے آج اخبار نہیں پڑھا۔ اس لئے
ٹپک اے محبت کے آنسو ٹپک!

رمضان شریف بھی گزر گیا
عید بھی چلی گئی
اخبار نیشنل کانگرس بھی بند ہوگیا۔

آسام کی وزارت بھی ٹوٹ گئی
جنرل بلومبرگ بھی قتل ہو گیا
لا کالج کا ڈنر بھی ہو چکا
سر سکندر حیات خاں میجر بھی ہو گئے
لیکن میری گھڑی نے بارہ نہ بجائے۔ اس لئے
——— ٹپک اے محبت کے آنسو ٹپک!

فوج کی نوکری بھی کی
لاہور کی نمایش بھی دیکھی۔
کرنال شاپ کا جوتا بھی پہنا
ناگ پوری سنگترہ بھی کھایا
طرہ دار پگڑی بھی باندھی
پولٹیکل غزلیں بھی لکھیں۔
سند باد جہازی کے مطائبات بھی پڑھے۔
لیکن بجلی کا بل نہ پہنچا۔ اس لئے
——— ٹپک اے محبّت کے آنسو ٹپک!

ٹپک اے محبّت کے آنسو!
جھلک اے محبّت کے آنسو جھلک!
——— ورنہ سگرٹ ختم ہو جائے گا

تمہاری یاد

میں تم کو یاد کرتا ہوں۔
موسم برشگال میں
جبکہ گھٹائیں سیاہ جھنڈیاں لیکر نکلتی ہیں
اور "محتسب مردہ باد" کے نعرے لگا کر آسمان پر چھا جاتی ہیں
جبکہ بادل مولانا ظفر علی خاں بن کر گرجتے ہیں۔
جبکہ بجلی پریس ایکٹ کی تلوار بن کر چمکتی ہے
جبکہ بارش کا پانی فرزندان توحید کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بن کر
لہریں مارتا ہے ——— تو میں ———
——— تم کو یاد کرتا ہوں۔

فصل بہار میں
جبکہ بلبل گلاب کی ٹہنی پر ستیہ گرہ کرتی ہے
اور بھنورا نازک کلی پر پکٹنگ کرتا ہے

جبکہ بادِ صبا کا آوارہ گردی میں چالان ہو جاتا ہے۔
جبکہ میکدے میں آل انڈیا قسم کی بزمِ میخواری منعقد ہوتی ہے۔
اور ہر مے خوار لاؤڈ سپیکر بن جاتا ہے۔
جبکہ کوئل اور پپیہا مل کر "بندے ماترم" گاتے ہیں۔
اور پھر طفار وڈ بلاک بنا لیتے ہیں —— تو میں
—————— میں تم کو یاد کرتا ہوں

رات کی تاریکیوں میں
جبکہ سینما کا دوسرا شو ختم ہو جاتا ہے۔
اور تماشائی "من کی آنکھیں کھول" گاتے گھروں کو لوٹتے ہیں
جبکہ چوکیدار "جاگتے رہو بہادرو" کی صدائیں لگاتے ہیں۔
اور "بہادر" ریڈیو کی موسیقی سے اکتا کر سو جاتے ہیں
جبکہ نائٹ ایڈیٹر اونگھنا شروع کر دیتے ہیں
اور کاؤنٹ چیانو کو ہٹلر کا داماد لکھنے لگ جاتے ہیں
جبکہ مجھے بھوک لگتی ہے —— تو میں
—————— میں تم کو یاد کرتا ہوں

میں تم کو یاد کرتا ہوں۔ تمہارے باپ دادا کو یاد کرتا ہوں۔
اور یہ شعر گنگناتا ہوں ؎

تیرے سب خاندان پر عاشق
میرا سب خاندان ہے پیارے

اِنتظار کی گھڑیاں

لو ۔۔۔۔۔۔ اب تو "شہبازہ" بھی نکل آیا ۔۔۔۔۔۔ اب میری حسرتیں کیوں نہیں نکلتیں ؟

وہ دیکھو ۔۔۔۔۔۔ باغ میں غنچے اس کثرت سے چٹک رہے ہیں کہ گویا ٹائپ کی مشین چل رہی ہے ۔۔۔۔۔۔ پرندوں کی بھانت بھانت بولیاں لاہور ریڈیو اسٹیشن کو مات کر رہی ہیں ۔۔۔۔۔۔ نسیم سحر فلم "ہیر سیال" کی طرح چل رہی ہے ۔۔۔۔۔۔ پھولوں کی مہک جنگِ یورپ کی افواہ کی طرح پھیل رہی ہے ۔۔۔۔۔۔ لیکن میری دنیا تحریکِ شہید گنج کی طرح خاموش ۔۔۔۔۔۔ سینما ہال کی طرح تاریک ۔۔۔۔۔۔ اور حضرتِ سندباد جہازی کے بالوں کی طرح پریشان ہے

۔۔۔۔۔۔ آہ ! میری دنیا !

انتظار کی گھڑیاں ۔۔۔۔۔۔ ملازم کے مہینے کی طرح گزرتے ہیں

نہیں آتیں ——— یہ گھڑیاں ——— یہ پائیدار گھڑیاں ———
ویسٹ اینڈ واچ کمپنی کی گھڑیوں کی طرح ختم نہیں ہوتیں ———
کوتوالی کے گھنٹے نے بارہ بجا دیئے ——— لیکن انتظار کی گھڑیاں کچھ ایسی
گھڑیاں ہیں کہ ان کے بارہ بجنے میں نہیں آتے۔

تم کب آؤ گے ؟ ——— آج کل نہ لاہور میں کرفیو آرڈر ہے نہ میرے
محلہ میں کوئی گرڈی قسم کا کُتّا ——— ایسٹر کی چھٹیوں میں ریلوے کے رعائتی
ٹکٹ فروخت ہوتے ہیں ——— تم ان کی انتظار کرتے ہو گے ؟
لیکن نہیں ——— میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا ——— بے ٹکٹ چلے آؤ۔

تو آ جا بے ٹکٹ دُگنا کرایہ میری گردن پر

دیکھو یہ دنیا آنی جانی ہے ——— دل آتا ہے اور صبر جاتا ہے ـ غش آتا
ہے اور چین جاتا ہے ——— یہ دنیا فانی ہے ——— شاہِ عراق چل بسے
——— ہسپانیہ کی جمہوری حکومت ختم ہو گئی ——— اینٹی کمیونل لیگ
"اناللہ" ہو گئی ——— میرے صبر و شکیب کا جنازہ نکل گیا ——— کیا
تمہاری آنکھیں اب بھی نہیں کھلیں ؟
——— آ جاؤ

پولینڈ چلو

ہندوستان میں کیا رکھا ہے؟
رقیبوں کی سازشیں
اغیار کے طعنے
اپنوں کی نصیحتیں
بیگانوں کی فضیحتیں

چلو ——
پولینڈ چلو! پولینڈ چلو!

میدانِ جنگ کا خونیں منظر
سپاہیوں کی بہادری
شجاعوں کی شجاعت
ہر شخص اپنی دھن میں مست
کسی کو کسی کی خبر نہیں۔

سپاہی خندقوں سے نکل کر دشمن پر حملہ کریں گے

اور ہم ——— ہیں اور تو

خندق کے اندر راز و نیاز کی باتیں کریں گے۔

چلو ———

پولینڈ چلو ——— پولینڈ چلو

پولینڈ کی فضا کا تصوّر کرو

وہاں دشمنوں کے لاشے تڑپتے ہیں

آہ و فغاں سے فضا معمور ہے

یہ ہولناک فضا

یہ محشر صفت فضا

تمہارے کوچہ کی فضا سے ملتی ہے

تمہارا جی وہاں خوب لگے گا۔

چلو ———

پولینڈ چلو ——— پولینڈ چلو

دیکھو! یہ میرا آخری خط ہے

پھر خط و کتابت مشکل ہوگی
کیونکہ کاغذ مہنگا ہوگیا ہے
میں خوش ہوں کہ تم میرا خط جلاؤ گے نہیں
کیونکہ دیا سلائی کی ڈبیہ بھی مہنگی ہو گئی ہے۔ لیکن اس مہنگے ملک کو
چھوڑو اور چلو ـــــــ
پولینڈ چلو ـــــــ پولینڈ چلو

فوجی عشق

اے میری جان کے کمانڈر انچیف
میرے دل کے فیلڈ مارشل
میری آنکھوں کے کرنیل
میری امیدوں کے کپتان
میری آرزوؤں کے صوبیدار میجر
میں تمہیں سیلوٹ کرتا ہوں

محبت کی مارچ میں سرگرداں ہوں
وحشت و بیابان میں لیفٹ رائٹ ہو رہی ہے
خار صحرا نے وردی پھاڑ دی ہے
بے راشن گزارہ کر رہا ہوں
کوچہ و بازار میں پریڈ کرتا پھرتا ہوں
"میں مرگیا قویداں کردا ا-ا جے تیرے چند نہ بنے" •

آؤ ـــــــــ

میرے دل کی خندقوں میں
میرے جگر کے تہ خانے میں
یہاں غنیم کا ڈر نہیں
ہوائی حملوں سے محفوظ
میدانِ جنگ سے دور

آؤ ـــــــــ

میری آنکھوں کے ریسٹ کیمپ میں آؤ

یہ بگل کیسا بجا؟
بس بس۔ جانِ من دھاوا نہ بولو
اسلحہ کو چھوڑو
غیر مسلح ہو جاؤ
دھاوا کس پہ؟ مجھ پہ؟
میں تو تمہارا حلیف ہوں

میرا دل ڈونرنگ ہے

تم ریشتارغ ہو
لاش کی پروا نہ کرو ——— اور
اپنے ساتھ میرے دل کا الحاق کر لو۔
ورنہ —— بلجیم ——ڈاروِن ——پانی پت ——
میں پاگل ہو گیا

میں اور دل

میں نے دل کو لاکھ سمجھایا۔ کہ بھلے آدمی ان کے مکان پر نہ جاؤ کیونکہ ان کا کتا بہت ظالم ہے اور اگر تمہارا درد کسی طرح کم نہیں ہوتا تو کوچۂ جاناں میں جانے کی بجائے میو ہسپتال جاؤ یا ایکس رے سے معائنہ کراؤ
مگر ——— وہ نہ مانا

میں نے سوچا۔ کہ اپنے جذبۂ خودداری کو بھڑکاؤں۔ ان کے خلاف اخبار میں مضمون چھپواؤں۔ اپنی شکایات کا ایک قدِ آدم پوسٹر شہر کے گلی کوچوں میں چسپاں کراؤں۔ کسی ایڈیٹر سے مل کر ان کی گت بنواؤں یا اگر کچھ نہ ہو سکے تو کم از کم ان کی ہجو لکھوں اور اسے ریڈیو کے ذریعہ براڈ کاسٹ کردوں

میں نے یہ سب تجاویز دل کے سامنے پیش کیں۔
مگر ——— وہ نہ مانا

میں نے عرض کیا۔ اے دل۔ تم نہیں دیکھتے کہ تمہارے دردِ محبت نے میری زندگی تنگ بیزار کر رکھی ہے اور تمہاری وجہ سے میرے جگر، پھیپھڑوں، آنتوں اور معدے میں بھی تکلیف رہتی ہے اگر تم زیادہ تنگ کرو گے تو میں تمہیں نکال کر کسی بیدل شاعر کے حوالے کر دوں گا۔ اور تمہاری جگہ ایک جاپانی دل خرید لوں گا۔ باز آجاؤ ورنہ آج ہی اپریشن روم کا منہ دیکھنا پڑیگا

مگر ——— وہ نہ مانا

میں نے دھمکی دی کہ اچھا نہیں مانتا تو جا جہنم میں تو بھی اور ساتھ وہ بھی۔ میں ابھی اخبار کی ایڈیٹری کر لوں گا

یہ کہنا تھا کہ دل پکار اُٹھا۔ خدا کے لئے ایسا نہ کرنا۔ تمہارے سب مشورے قبول!

آؤ پریتم آؤ!

آؤ ــــ پریتم آؤ
بجلی کی ٹھنڈی روشنی
پنکھے کی سرد ہوا
نلکے کا صاف و شفاف پانی
گملوں کے خوش رنگ پھول
دیواروں پر سبز پلستر
ہر طرف سبزہ ہی سبزہ
ایسے میں بھی نہ آؤ ــــ تو لعنت ہے

آؤ ــــ پریتم آؤ!
ریڈیو کی سحر آفریں نغمہ آفرینیاں
فلٹ کی بھینی بھینی خوشبو
خوابوں کی دنیا

برما کے سگار
نیا فرنیچر
اور سول اینڈ ملٹری گزٹ
ایسے میں بھی نہ آؤ —— تو جہنم میں جاؤ

آؤ —— پریتم آؤ!
جنگِ یورپ کی باتیں
میں تمہیں پریم چند کا افسانہ سناؤں
اور تم کیرم کھیلو
رازِ محبت
سازِ ہارمونیم
دنیا سے دور
—— نشاط ٹاکیز میں
آتے ہو یا میں گنڈیریاں چوس لوں؟

آؤ —— پریتم آؤ
ٹیرگیس لے کے آؤ

تاکہ میں آنسو بہاؤں
اور تم میرا فوٹو کھینچ لو
تمہارا انتظار اخبار سے بھی زیادہ ہے
تمہاری طلب سگرٹ سے بھی بڑھ کر ہے
اِس لئے اب آ ہی جاؤ۔

فلموں کے نام

پیلس تھیٹر والے کہتے ہیں۔ کہ "برانڈی کی بوتل" کو بمبئی کے کانگریسی وزراء اور دیگر مشہور قومی لیڈروں نے بیحد پسند کیا۔ دروغ بر گردن راوی لیکن راقم الحروف کو اس کا یقین نہیں آیا۔ کیونکہ اگر کانگریسی وزرا کو برانڈی اور وسکی کی بوتلیں پسند ہوتیں۔ تو وہ انتناع شراب کی مہم کیوں شروع کرتے؟

"برانڈی کی بوتل" دراصل ایک فلم کا نام ہے۔ جو پیلس تھیٹر لاہور میں آئی ہے لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ صرف بڑے آدمیوں کے لئے بنائی گئی ہے اور یہی باعث ہے۔ کہ اسے محض کانگریسی وزرا اور دیگر قومی لیڈروں ہی نے پسند کیا ہے ورنہ عوام تو "ٹھرا" پسند کرتے ہیں۔ اور اگر یہ فلم عوام کے لئے بنائی گئی ہوتی۔ تو اس کا نام "ٹھرے کی بوتل" ہوتا۔

آج کل فلموں کے نام رکھنے میں عجب مضحکہ خیزیاں کی جاتی ہیں فلم عام طور پر گاندھی جی کی اردو میں بنائے جاتے ہیں لیکن ان کا نام انگریزی زبان میں

رکھا جاتا ہے۔ مثلاً "مڈ نائٹ میل"۔ "تھنڈر" "رائل کمانڈر" "مڈ" وغیرہ۔ یہ صحیح ہے کہ ان انگریزی ناموں کیساتھ ایک "عرف" بھی ہوتا ہے لیکن بعض دفعہ یہ "عرف" اصل نام سے بھی زیادہ ناقابل فہم ہوتا ہے۔ مثلاً تھنڈر عرف دھنا دھن اور پھر یہ بات تو ضروری سمجھی جاتی ہے کہ اصل اور عرف کے معنوں میں ذرہ بھر بھی تعلق نہ ہو۔ مثلاً لیفٹ ونگ عرف مرمرا۔

کل میرے عزیز مسٹر سعادت حسن منٹو جو کئی فلموں کے مکالمے لکھ چکے ہیں بمبئی سے لاہور آئے ہوتے تھے۔ ان سے جب فلموں کے ناموں کا ذکر آیا اور میں نے کہا کہ انگریزی نام کیساتھ ایسا عرف کیوں نہیں لگایا جاتا۔ جو اس نام کا صحیح ترجمہ ہو۔ تو مسٹر منٹو نے کہا۔ کہ ہم لوگ بھی مجبور ہیں مثلاً میں نے فلم "مڈ" لکھی ہے۔ اگر میں اس کا عرف "کیچڑ" رکھدوں تو آپ ہی کل کو اخبار میں لکھ دینگے کہ مسٹر منٹو کیچڑ اچھال رہے ہیں۔

ایسی ہی قباحت فلموں کے ڈسٹری بیوٹر کرتے ہیں۔ یہ لوگ فلمی خبریں اردو اخبارں کو انگریزی زبان ہی میں بھیجتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر ردی کی ٹوکری میں چھپتی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اردو اخباروں میں مترجم موجود رہتے ہیں۔ لیکن ان کے نزدیک ٹریننگ کے معاملات زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ نہ یہ کہ "مس کجن پوپر فلم میں آرہی ہیں"۔

سونے کی لنکا

رامائن کے زمانہ کے بعد اب پھر ہندوستان اور لنکا کے درمیان جھگڑا پیدا ہوگیا ہے۔ آج کل وجہ پرخاش یہ ہے کہ لنکا کی حکومت اپنے ہاں سے ہندوستانی مزدوروں کو نکال رہی ہے۔ اور اس کا باعث یہ بیان کر رہی ہے۔ کہ اگر یہ غیر ملکی مزدور زیادہ دیر تک یہاں رہے تو سونے کی لنکا تباہ ہوجائیگی

ہندوستان اور لنکا کے اس جھگڑے کو طے کرنے کے لئے پنڈت جواہرلال نہرو تشریف لے گئے ہیں۔ اور ممکن ہے۔ کہ انہیں اپنے مقصد میں کامیابی ہو جائے لیکن اگر یقینی کامیابی مطلوب تھی۔ تو کانگرس کو چاہیئے تھا۔ کہ وہ اس کام کے لئے کسی لنکا والے کو بھیجتی۔ کیونکہ مثل مشہور ہے۔ "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے"۔

سنا ہے کہ اگر لنکا کی حکومت نے ہندوستانیوں کی بات نہ مانی۔ اور پنڈت جواہرلال نہرو کے مشورہ کو بھی نہ سنا۔ تو کانگرسی سینا لنکا والوں سے یدھ کریگی۔ ہندوستان اور لنکا کی درمیانی رود بار پر پل باندھا جائیگا۔ اور

لنکا پر حملہ کر دیا جائے گا۔ یہ جرأت تو قابلِ تعریف ہوگی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر آجکل بھی "لنکا میں جو ہے سو باون گز کا" والا معاملہ ہے تو پھر کیا ہوگا؟

راقم الحروف یہاں تک لکھ چکا تھا۔ کہ معلوم ہوا۔ پنڈت جواہر لال نہرو کو کسی حد تک کامیابی ہو گئی ہے اور ہر چند کہ لنکا کے وزرا میں سے ہر ایک دس دس دماغ رکھتا ہے۔ لیکن انہیں پنڈت نہرو کی باتیں سن کر اپنی تجاویز میں کچھ ترامیم کرنی ہی پڑی ہیں۔ کانگریس کے لئے یہ خبر ایک مژدہ ہے۔ اور اسے چاہیئے کہ آیندہ دسہرہ کے تیوہار کے ساتھ وہ ایک اور تیوہار منائے۔ جو اس دوسری "فتح لنکا" کی یادگار ہو۔

اس تقریب پر دیپ مالا کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ لنکا کو پرانی کتابوں میں "سنگلدیپ" لکھا گیا ہے۔ ایک ہندی کوی نے اسے "خالی سنگل" بھی لکھا ہے ؎

کیا برنو سنگل کی ہاٹا
تو ندپہی سب درباٹا

بھنگیوں کی ہڑتال

لاہور کے خاکروبوں کی ہڑتال ختم ہو گئی۔ اور اس امر پر قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں۔ کہ اس ہڑتال کی ذمہ داری کس پر عائد کی جا سکتی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ کانگریس والوں کی شرارت تھی۔ کسی کا خیال ہے کہ یہ میکناب صاحب کی خودسری کا نتیجہ تھی۔ لیکن راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس ہڑتال کے ذمہ دار ماسٹر عبدالمجید بھٹی مدیر "ہونہار" ہیں۔ آپ نے ۱۱ رمئی کے "ہونہار" میں "خاکروب" کے عنوان سے ایک نظم لکھی تھی۔ جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

ایک دو دن کے لئے گر آنا جانا چھوڑ دے
پھر یہ جانو کس قدر کام آ رہا ہے خاکروب

بھٹی صاحب کی اس نظم کا ایک شعر یہ ہے ؎

پیٹ بھرنے کے لئے محنت کرو جیسی بھی ہو
سب کو صبح و شام یہ سکھلا رہا ہے خاکروب •

لیکن راقم الحروف اس معاملہ میں کھٹی صاحب سے متفق نہیں کیونکہ ہمارا خاکروب تو پیٹ بھرنے کی بجائے پیٹ خالی کرنے کا سبق دیتا ہے اور وہ بھی صرف صبح کے وقت۔

پرسوں جس وقت بھنگیوں کی ہڑتال ختم ہونے کی خبر دفتر میں پہنچی۔ تو بیکش صاحب فرمانے لگے۔ کہ اس خبر کے ساتھ صفت کیا استعمال کرنی چاہیئے۔ یعنی "روح افزا خبر" یا "مسرت خیز خبر" یا کیا؟ میں نے عرض کیا۔ کہ اسے "حاجت روا خبر" لکھنا چاہیئے۔ یا "قبض کشا خبر"۔

فیڈرل اسکیم

دنیا تو یہ خیال کرتی ہے۔ کہ سر سکندر حیات خاں کی فیڈرل اسکیم ایک سیاسی اسکیم ہے۔ لیکن "پرتاپ" کے مسٹر نریندر سمجھتے ہیں کہ یہ اسکیم برتھ کنٹرول کے کسی آلہ کے متعلق ہے۔ چنانچہ آپ نے ۱۶ اگست کے پرچہ میں "سر سکندر کی فیڈرل اسکیم" کے عنوان سے ایک شذرہ قلمبند کیا ہے۔ جس میں ارشاد ہوا ہے:۔

اس اسکیم کا خیر مقدم ویسا ہی ہوا ہے۔ جیسا کہ
سائمن کمیشن کا ہوا تھا۔ ہندوستان کا شاید ہی کوئی
سائینس دان ہے۔ جس نے اسکیم کو رد نہیں کیا

اس میں مسٹر نریندر کا کوئی قصور نہیں، امر واقعہ یہ ہے کہ آج کل اسکیمیں ہی کچھ اس قسم کی بننے لگی ہیں۔ جن کو سائینس دان ہی پرکھ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر چھوٹو رام کمیٹی کی اسکیم کو لیجئے۔ اس نے انسداد بیکاری کے سلسلہ میں یہ تجویز کیا ہے۔ کہ صوبہ پنجاب کی شرح پیدائش کو کم کرتے

کے لئے برتھ کنٹرول کو مروج کیا جائے۔ اب فرمائیے۔ کہ یہاں بیچارے سیاست دان کیا کریں گے؟ یہ معاملہ تو براہ راست سائینس دانوں سے تعلق رکھتا ہے۔

اُدھر سر چھوٹو رام کی کمیٹی نے یہ قرار دیا کہ پنجاب کی شرح پیدائش بڑھ رہی ہے۔ اِدھر حکومت پنجاب نے اعداد و شمار شائع کر کے ثابت کر دیا ہے۔ کہ پنجاب کی شرح پیدائش بڑھ رہی ہے اور شرح اموات گھٹ رہی ہے۔ اب انسداد بیکاری کے دو ہی طریقے ہیں، یا تو شرح پیدائش کو کم کیا جائے۔ یا شرح اموات کو بڑھایا جائے اور ظاہر ہے کہ بچوں کی پیدائش کو روکنا بھی سائینس ہی کا کام ہے اور پیدا شدہ بچوں کو مارنے کی ہمت بھی سائینس دان ہی کر سکتے ہیں۔

باوا کا مال

کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بیٹا ان کے اصطبل سے ایک گھوڑا بے اجازت لے گیا۔ مہاراجہ نے خبر سن کر اس کی جائداد ضبط کر لی۔ اگلے روز جب فقیر سید عزیز الدین دربار میں گئے تو مہاراجہ ان کے پاس بیٹے کی شکایت کرنے لگے۔ فقیر صاحب نے کہا۔ بڑا گستاخ نکلا۔ گھوڑا اس طرح لے گیا۔ گویا اس کے باپ کا مال تھا۔ مہاراجہ بے اختیار ہنس پڑا۔ اور بیٹے کی جائداد واپس کر دی۔

کل لاہور کے ایک مجسٹریٹ نے ایک شخص کو اس جرم میں ۳ ماہ کی سزائے قید دی۔ کہ اس نے اپنے باپ کے کچھ روپے چرا لئے تھے۔ سزا کیوں نہ ہوتی۔ کمبخت نے ۱۰۰ روپے باوا کا مال سمجھ کر ہضم کر لئے۔

گرانیٔ کاغذ

جنگ کے زیر اثر سبزی۔ ترکاری۔ آٹا دانہ، تیل تمباکو تو مہنگا ہونا ہی تھا۔ لیکن ستم یہ ہے کہ کاغذ بھی مہنگا ہو گیا ہے۔ اور اس کی گرانی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ شاعروں، ادیبوں، اخبار نویسوں اور عشق بازوں کو اپنی زندگی تلخ ہوتی نظر آ رہی ہے۔ کیونکہ اگر کاغذ نایاب ہو گیا۔ تو پھر کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا۔ کہ ؎

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

ذوقؔ مرحوم نے ایک دفعہ کہا تھا ؎

لکھتے انہیں خط ہیں کہ ستم اٹھ نہیں سکتا
پر ضعف سے ہاتھوں میں قلم اٹھ نہیں سکتا

لیکن اگر آج ذوقؔ مرحوم زندہ ہوتے تو خط نہ لکھ سکنے کی وجہ یہ نہ بتاتے کہ ہاتھ ضعیف ہو گئے ہیں۔ بلکہ یہ فرماتے کہ کاغذ مہنگا ہو گیا ہے۔

کاغذ جس سرعت کے ساتھ مہنگا ہو رہا ہے۔ اس کی عجیب عجیب داستانیں سننے میں آتی ہیں۔ کل کا ذکر ہے کہ ایک صاحب کاغذ کی دکان پر کاغذ خریدنے گئے تو انہیں معلوم ہوا ہے۔ کہ جو کاغذ چند روز پہلے ڈھائی روپے فی ریم تھا۔ اس کی قیمت تین روپے فی ریم ہو گئی۔ خیر آپ نے اسی نرخ سے سو روپے کا کاغذ خرید کر علیحدہ رکھوا لیا اور کہا کہ میں گھر جا کر دام بھجواتا ہوں۔ ایک گھنٹے کے بعد جب ان کا ملازم سو روپیہ لیکر حاضر ہوا تو دکان والے نے کہا۔ کہ اب اس کاغذ کا بھاؤ چار روپے فی ریم ہو گیا ہے اس لئے واپس جاؤ اور مزید رقم لاؤ۔

گزشتہ جنگِ عظیم میں راقم الحروف تو میدانِ جنگ میں تھا۔ لیکن سنا ہے۔ کہ اس وقت کاغذ کی قیمت دس گنا بڑھ گئی تھی۔ اگر اب کے بھی تاریخ نے اپنے آپ کو دُہرایا۔ تو کم از کم اخباروں کا تو خدا حافظ ہے۔ اور اگر تاریخ کا اپنے آپ کو دہرانا صحیح اصول ہے تو کوئی عجب نہیں کہ اخبار کیلے کے پتوں پر چھپا کریں گے۔ اور چھپنا چھپانا کیا ہے۔ توے کی سیاہی سے قلمی لکھے جایا کریں۔

حکومت فرانس نے حکم دیا ہے کہ کوئی اخبار چار صفحے سے زیادہ پر نہ

چھپے۔ لیکن پنجاب میں بعض اخباروں نے کاغذ کے مہنگا ہوتے ہی صفحات بڑھا دیئے ہیں۔ بہر حال حکومت کو چاہیئے۔ کہ اگر اخبار والوں کے لئے نہیں تو کم از کم عشق بازوں کے لئے کاغذ کی گرانی کی طرف توجہ کرے۔ کیونکہ ان غریبوں کا نامہ و مکتوب بند ہو جائے گا۔

سنسر صاحب

لیجئے! اخباری دنیا کے مرادآباد میں بھی مردہ زندہ ہوگیا۔ تحریک شہید گنج کے دنوں میں لاہور کے اخباروں پر سنسر قائم کر دیا گیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب فضا درست ہوگئی۔ تو سنسر ہٹا دیا گیا۔ اور میں نے تاریخ کہی ؂

سنسر کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

لیکن اب پھر سنسر قائم ہو رہا ہے۔ اور اس توقع پر آ رہا ہے کہ ہم کہیں ؂

اے آمدنت باعث آبادیٔ ما

"ہدایت نامہ خاوند" کے مؤلف کا دعویٰ ہے۔ کہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد جنسی تعلقات اور امور خانگی کے سمجھنے کے لئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی طرح حکومت ہند نے بھی دعویٰ کیا تھا۔ کہ "ہدایت نامہ اخبار نویساں" کے بعد سنسر کی ضرورت باقی نہ رہیگی۔

لیکن اس کے باوجود سنسر صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ اور فوجی جنگ کی رعایت سے ایک فوجی افسر کی شکل میں تشریف لا رہے ہیں۔ ہمیں خدشہ ہے کہ آپ کی صحبت کے طفیل ہمارے اخبارات "آرمی گزٹ" بن کر نہ رہ جائیں۔

جنگ کے فوائد

بڑے بڑے تجارتی اداروں اور فرموں کا قاعدہ ہے کہ وہ کسی خاص تقریب پر یا مالی سال کے آخر میں یہ اعلان کر دیا کرتے ہیں کہ آج سے پندرہ دن تک ہم نے اپنی اشیائے فروخت کی قیمتیں گھٹا دی ہیں۔ اس لئے لوگ رعائتی قیمتوں سے فائدہ اُٹھائیں۔ مقررہ تاریخ کے بعد ہر چیز پھر اصلی قیمت پر بکنی شروع ہو جائے گی۔

لیکن جنگ نے تاجروں کو اس سے مختلف طریقے استعمال کرنے کا موقع دیدیا ہے۔ لاہور کی ایک دواساز فرم نے اعلان کیا ہے کہ پندرہ تاریخ سے ہماری دواؤں کی قیمتیں دوچند ہو جائیں گی۔ اسلئے خریدار موجودہ قیمتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ ورنہ پندرہ تاریخ کے بعد پچھتانا پڑے گا۔ اس سلسلہ میں ہمارا مشورہ یہ ہے کہ جو صاحب بیمار ہونے کا شوق رکھتے ہوں۔ وہ پندرہ تاریخ سے پہلے پہلے بیمار ہو لیں۔ اس کے بعد بیماری بہت مہنگی پڑیگی۔

•

ایک مقامی اخبار نے جنگ سے عجیب قسم کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ اس اخبار کے ایڈیٹروں اور خوشنویسوں نے اس بنا پر ہڑتال کر دی۔ کہ انہیں تنخواہیں نہیں ملتیں۔ لیکن اخبار والوں نے اپنے آخری پرچہ میں یہ اعلان کر دیا۔ کہ جنگ کے باعث چونکہ اخبارات پر سنسر قائم ہو گیا ہے۔ اور آزادانہ اخبار نویسی ختم ہو گئی ہے۔ اسلئے ہم شاید اخبار بند کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ ہم نے پہلے تو اس بات پر یقین کر لیا لیکن جب اخبار مذکور کے ایڈیٹروں اور کاتبوں کا بیان شائع ہُوا۔ تو معلوم ہُوا کہ اخبار بند ہونے کا باعث اخبارات کا سنسر نہیں بلکہ وہ سنسر ہے۔ جو اخبار والوں نے مزدوروں کے پیٹ پر لگا رکھا ہے۔

ہمیں اس اخبار کے مظلوم ایڈیٹروں اور کاتبوں سے دلی ہمدردی ہے۔ اور اگر اخبار کے مالک انہیں واپس بلانے کی کوشش کریں۔ تو ہمارے خیال میں انہیں سابقہ حساب کتاب وصول کرنے کے علاوہ یہ بھی کہنا چاہیئے۔ کہ صاحب جنگ کے باعث کاغذ کے ساتھ ایڈیٹر اور کاتب بھی مہنگے ہو گئے ہیں۔ اس لئے اب زیادہ تنخواہ دلوایئے تو کام کریں گے۔ ورنہ معاف فرمایئے۔

شتر مرغ

مہاتمہ گاندھی کو کسر نفسی کی کچھ ایسی عادت پڑ گئی ہے۔ کہ ہر بات میں "اجی خاکسار کس قابل ہے۔" کہنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ وزیر بلدیات مدراس نے کہا۔ کہ موجودہ وقت میں ہمیں گاندھی جی کی رہنمائی پر اعتماد رکھنا چاہیئے۔ ڈاکٹر پی۔ سو برائن کہتے ہیں۔ کہ مہاتما گاندھی ہی ملک کے سب سے بڑے لیڈر ہیں اور اس نازک موقع پر ملک کی رہنمائی کر سکتے ہیں لیکن مسٹر گاندھی کا ارشاد ہے۔ کہ میں کس قابل ہوں۔ میں تو صرف اپنی رہنمائی کر سکتا ہوں۔

بات دراصل یہ ہے کہ مسٹر گاندھی ایک مشہور پرندہ کی طرح دوگونہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ جب حکومت کانگرس کو کچھ دینا چاہتی ہے تو آپ جھٹ کانگرس کے واحد نمائندہ بن کر آستانۂ حکومت پر جا دھمکتے ہیں۔ لیکن جب حکومت کانگرس سے کچھ مانگتی ہے تو آپ فوراً کانگرس کی نمائندگی سے انکار کر دیتے ہیں۔ اور فرما دیتے ہیں کہ کانگرس سے بات کیجئے۔ خاکسار کانگرس کا نمائندہ تو درکنار چار آنے والا ممبر بھی نہیں۔

پولینڈ کے سابق صدر نے مسٹر گاندھی کو تار بھیجا۔ کہ ہمارے ملک کی طرف توجہ فرمایئے۔ آپ نے تار کے ذریعے جواب دیا۔ کہ یاروں کا تو صرف پنکھا ہی پنکھا ہے۔ یعنی دعائیں حاضر ہیں۔ میرے پیچھے کوئی طاقت نہیں۔ ورنہ کچھ اور بھی مدد کرتا۔" یہاں تو مسٹر گاندھی نے کسر نفسی کی حد کر دی۔ فرماتے ہیں۔ کہ میرے پیچھے کوئی طاقت نہیں۔ حالانکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ کانگرس ایک بڑی طاقت ہے اور کانگرس ساری کی ساری آپ کے پیچھے ہے پھر آپ کے چیلوں میں ایسے ایسے سیٹھ موجود ہیں۔ جو آپ کے زبان ہلانے پر لاکھوں روپے نثار کر دیں اگر مدد کرنا ہو۔ تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ ورنہ "دعائیں حاضر ہیں"۔

مسٹر گاندھی نے شملے جا کر حضور وائسرائے ہند سے ملاقات کی۔ اور واپسی پر اعلان کیا۔ کہ میں خالی ہاتھ واپس آیا ہوں۔ خدا جانے یہ صحیح یہ ہے یا غلط۔ بہر حال ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ اس ملاقات کے بعد حکومت اس مسئلہ پر غور کرنے لگ گئی ہے۔ کہ مجوزہ فیڈریشن کو واپس لے لیا جائے۔ اور ہندوستان کو درجہ مستعمرات بخش دیا جائے۔ اگر اس تبدیلی روش کو گاندھی کی گفتگو ملاقات سے کسی قسم کا تعلق موجود ہے تو خالی ہاتھ آنے کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ وائسرائے نے گاندھی جی کے ہریجن فنڈ میں کوئی چندہ نہیں دیا۔

ٹیکس

عزیزم قمرؔ جلال آبادی نے "ویر بھارت" میں "ہاؤس ٹیکس" کے عنوان سے چند اشعار لکھے ہیں، پہلا شعر یہ ہے ؎

ٹیکس پر ٹیکس لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے
کوٹھی کس کی ہے مری جان یہ گھر کس کا ہے

قمرؔ صاحب ہماری توجہ اپنی طرف سے ہٹا کر دوسری طرف لگانے کی ہزار کوشش کریں۔ لیکن ہمیں شاعر کا یہ شعر بھول نہیں سکتا ؎

تیر پر تیر چلاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے
سینہ کس کا ہے مری جان جگر کس کا ہے

قمرؔ صاحب کا دوسرا شعر یہ ہے ؎

دن وہ نزدیک ہے لگ جائیگا جذبات پہ ٹیکس
دل پر محصول لگے گا تو خیالات پہ ٹیکس

اس شعر میں متفق گر دیدرائے بوعلی با رائے من" والا معاملہ ہے

کیونکہ میں نے آج سے بہت عرصہ پہلے اس بات کو بھانپ لیا تھا۔
اور شعر عرض کیا تھا" ؎

کہہ رہے تھے خضر سے میکاب کل
عشق پہ بھی ٹیکس بھاری چاہیے

سر کا مطالبہ

پچھلے دنوں ڈاکٹر سر گوکل چند نارنگ غیر زراعت پیشہ کانفرنس کی لیڈری فرما رہے تھے۔ تو آپ نے بار بار اعلان کیا۔ کہ میں زرعی قوانین کو منسوخ کرانے کے لئے "سر" کا خطاب واپس کر دوں گا۔ لیکن بعدہٗ لوگوں کے مطالبہ پہ بھی آپ نے "سر" کو اپنے سے جدا نہ کیا۔

کیونکہ ع

یہ درد "سر" ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے

بہر حال اس مطالبہ کا اثر یہ ہوا ہے۔ کہ اب لوگ سرکاری "سر" مانگتے مانگتے لیڈروں کا اپنا سر بھی مانگنے لگے ہیں۔ چنانچہ موضع سارنگ دیو ضلع امرتسر سے خبر آتی ہے۔ کہ وہاں کانگرسیوں کے ایک جلسہ پر بعض مسلح آدمیوں نے حملہ کر دیا۔ اور مطالبہ کیا۔ کہ ہم سوہن سنگھ جوش کا سر مانگتے ہیں۔ حالانکہ انہیں معلوم ہے۔ کہ جب لیڈر حضرات سرکاری "سر" نہیں دیتے تو اپنا سر کس طرح دیں گے؟

کامریڈ سوہن سنگھ جوش اگر ہماری مانیں۔ تو یہ کیا کریں کہ جب کوئی سر کا مطالبہ کرے تو اسے ڈاکٹر گوکل چند نارنگ کے پاس بھیجدیں۔

بھوک ہڑتال

راقم الحروف نے پرسوں بہرۃ مطائبات میں مشہور فلم ایکٹرس مس شانتا اپٹے کی بھوک ہڑتال کا ذکر کیا تھا۔ اب خبر آئی ہے۔ کہ بی صاحبہ نے ڈاکٹر کے مشورہ پر عمل کرتے ہوتے بھوک ہڑتال ترک کر دی ہے۔ حیرت ہے کہ اگر مس شانتا نے ڈاکٹر کے مشورہ سے ہڑتال ختم کر دیا تھی تو اسے ہڑتال شروع کرنے کا مشورہ کس ڈاکٹر نے دیا تھا؟

یہ خودکشی کرنے کی دھمکیاں دینے اور انہیں واپس لے لینے کا رواج کچھ اس قدر عام ہو گیا ہے کہ اب قانون بھی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اگلے دن سیناپتی باپٹ نے اعلان کیا تھا۔ کہ میں اتحاد و آزادی کے لئے دریا میں ڈوب کر پران تیاگ دونگا۔ یعنی ہماری زبان میں یہ کہ ڈوب مروں گا۔ معلوم نہیں کہ اگر ڈوب مرنا ہی مقصود ہے۔ تو دریا تک جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ڈوب مرنے کے لئے تو چلّو بھر پانی کافی ہے۔

سینا پتی باپٹ نے اس "کارِ خیر" کے لئے ۲۳ اگست کی تاریخ مقرر کی تھی۔ اور لگے ہاتھوں کل پرسوں یہ اعلان بھی کر دیا تھا۔ کہ میں اپنے عزم پر قائم ہوں۔ اور ضرور ڈوب مروں گا۔ لیکن آج کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ سیناپتی جی نے دوستوں کے اصرار پر ڈوب مرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ یہ وہی "دوستوں کا اصرار" معلوم ہوتا ہے جس سے مجبور ہو کر ہمارے لیڈر اسمبلی کی ممبری کے لئے کھڑے ہوا کرتے ہیں۔

میں نے مس نشانتا اٹھے کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ بھوک ہڑتال دراصل ایڈیٹروں کے لئے تھی۔ لیکن بدقسمتی سے ایکٹرسوں تک پہنچ گئی ہے "ویر بھارت" کے صحرائی صاحب اس کا حوالہ دیکر ارشاد فرماتے ہیں:۔

حاجی صاحب نے شاید سنا ہوتا۔ کہ خیرات گھر سے شروع ہوتی ہے۔ انہیں چاہیئے۔ کہ یہ "خیرات" شہبازی شروع کریں۔ اور خود بھوک ہڑتال کرنا نہیں چاہتے۔ تو سند بازی صاحب موجود ہیں۔

بہت بہتر! آپ ہمارے دوست ہیں۔ اگر آپ ہماری ہڑتال چھڑوانے پر اصرار کرنے کے لئے تیار ہیں۔ تو ہم کل ہی بھوک ہڑتال کر دیں گے۔

بلّی کی میاؤں

کل کے "شہباز" میں لکھنؤ کے ایک نامہ نگار نے یہ راز منکشف کیا ہے کہ مسٹر عاشق بٹالوی پلیڈر لاہور پنجاب میں ایک تحریک پنجاب مسلم ریڈیکل پارٹی کے نام سے چلانا چاہتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں کانگریس کے مسلم لیڈروں سے خط و کتابت کر رہے ہیں۔ آپ نے ڈاکٹر اشرف کو لکھا ہے۔

"اگر ہمارے پاس کافی روپیہ ہو جائے۔ تو کامیابی ہماری ہے۔ میں سر سکندر حیات خاں کی غیر حاضری میں پنجاب کا اس لئے دورہ کروں گا۔ کہ مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنا سکوں"

راقم الحروف کو اس سے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ بہت عرصے کی بات ہے امرتسر میں کنگ صاحب ڈپٹی کمشنر تھے۔ اور ساتھ ہی میونسپل کمیٹی کے پریذیڈنٹ کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ ایک دفعہ بلدیہ کے اجلاس میں ایک ایسی قرارداد پیش ہوئی جس سے مسٹر کنگ متفق نہ تھے۔ اس لئے آپ کے ڈر کے مارے کسی ممبر نے اس قرارداد کے حق میں رائے نہ دی

تھوڑے ہی عرصے کے بعد مسٹر کنگ کمشنر ہو کر لاہور آ گئے تو ارکان بلدیہ نے موقع کو غنیمت جان کر پھر وہی قرار داد منظور کرنے کی ٹھان لی چنانچہ چوہوں کی مجلس کی طرح مسٹر کنگ کی میاؤں سے بے خوف ہو کر بحث ہونے لگی۔

ادھر مسٹر کنگ کو بھی اس کا علم ہو گیا۔ چنانچہ وہ لاہور سے چل کر عین اس وقت امرت سر کے ٹاؤن ہال میں پہنچے جب کہ رائے شماری ہونے والی تھی۔ آپ کے آنے سے پہلے قریباً تمام ارکان بلدیہ اس قرار داد کے حق میں تھے۔ لیکن جب پریذیڈنٹ نے رائے شماری کرنی چاہی تو قرار داد کے حق میں ایک بھی ہاتھ نہ اٹھا۔ اور یکی پکائی کھیر دلیہ ہو گئی۔ ہم مسٹر عاشق حسین کی حوصلہ شکنی نہیں کرنا چاہتے۔ البتہ یہ مشورہ ضرور دیں گے۔ کہ وہ اپنے "مسٹر کنگ" یعنی سر سکندر حیات خاں کو پنجاب سے غیر حاضر نہ تصوّر فرمائیں۔ اور بلّے کی میاؤں کا خیال رکھیں "

ایک نئی فلم

آج کے اخباروں میں ایک خبر شائع ہوئی ہے جس کا عنوان ہے "مس شانتا آپٹے نے بھوک ہڑتال کر دی" میں نے یہ خیال کیا۔ کہ یہ کسی نئی فلم کا عنوان ہے۔ لیکن پوری خبر پڑھنے پر معلوم ہوا۔ کہ مس شانتا آپٹے فی الحقیقت پربھات سٹوڈیو کے سامنے دھرنا مار کر بیٹھ گئی ہیں اور آپ نے صاف اعلان کر دیا ہے۔ کہ جب تک کمپنی والے ان کی چھٹیوں کی تنخواہ ادا نہ کریں گے۔ ایک دانہ گندم تک ان کے اندر نہ جائے گا۔

"بھوک ہڑتال" مسٹر گاندھی کی تصنیف ہے۔ اور اس کا مقصد سیاسی تھا لیکن باوجود اس امر کے کہ مہاتما جی بار بار اس کا ترکیب استعمال بتا چکے ہیں۔ اس طریق علاج کو ہر تکلیف میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور مجھے حیرت ہے کہ اس وقت کیا کیا جائیگا۔ جبکہ کوئی منچلا مس شانتا آپٹے کے قریب بیٹھ کر عرض کریگا۔ ؎

گاندھی الفت میں سن لیجیو مرا حال ایکدن ورنہ کر بیٹھونگا اے جاں بھوک ہڑتال ایکدن

ہیں نہیں کہہ سکتا۔ کہ مس شانتا آپٹے کی بھوک ہڑتال کے متعلق پربھات سٹوڈیو والے کیا کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن اگر مجھ سے مشورہ طلب کیا جاتے تو بہترین بات یہ ہے کہ کمپنی مس صاحبہ کے سامنے کیمرے نصب کر دے۔ اور ان کی فلم لینا شروع کرے۔ "اب بیٹھی ہیں۔ اب بے چین ہو گئیں۔ اب ضعف طاری ہو گیا۔ اب بیہوش ہو گئیں وغیرہ" جب فلم مکمل ہو جاتے تو اس کا نام رکھدیں "مس شانتا آپٹے کی بھوک ہڑتال" میرے خیال میں اس فلم کو لاہور میں کئی شاندار ہفتے نصیب ہوں گے۔

"بھوک ہڑتال" کے متعلق گاندھی جی کی شکایت بجا ہے کہ لوگ اس کو سمجھے نہیں۔ یہ دراصل ایڈیٹروں کے لئے تھی۔ لیکن بد قسمتی سے ایکٹرسوں تک پہنچ گئی ہے۔ بہرحال ہمیں توقع ہے۔ کہ کوئی حق شناس اخبار اس بے قاعدگی کو روکنے کی کوشش کریگا۔ اور اس کے ایڈیٹر عنقریب "بھوک ہڑتال کی رسم کو تازہ کر کے حق شناسی کا ثبوت دیں گے۔

ہٹلر کی مرزائیت

خدا کسی کو مصیبت میں مبتلا نہ کرے۔ ہر شخص ایک مصیبت زدہ کی افتاد سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک بیل گہرے گڑھے میں گر گیا تھا۔ اس کے مالک نے سوچا کہ چلو اچھا موقع ملا۔ لگے ہاتھوں اسے خصّی ہی کر ڈالو۔

ہر ہٹلر کے ساتھ بھی اسی بیل والا معاملہ پیش آیا ہے۔ اس بیچارے کے سامنے جنگ کا مسئلہ درپیش ہے۔ روس، فرانس، برطانیہ اور پولینڈ نے اس کے خلاف متحدہ محاذ قائم کر لیا ہے۔ اور وہ مصیبت میں گرفتار ہے۔ اس موقع پر جماعت مرزائیہ لاہور کے صدر مسٹر صدرالدین نے سوچا۔ کہ چلو اچھا موقع ملا۔ لگے ہاتھوں ہٹلر کو مرزائی ہی بنا ڈالو۔

صدر موصوف نے ہر ہٹلر کے نام مرزائیت کا دعوت نامہ ارسال کر دیا ہے۔ لیکن راقم الحروف کی دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ میاں صدرالدین

نے ہٹلر کو مرزائیت کی دعوت دینے میں غلطی کی ہے۔ البتہ اگر "محافظ اسلام" سائینور مسولینی کو پھانسنے کی کوشش کرتے تو کامیابی کا زیادہ امکان تھا۔

شملہ سے خبر آئی ہے۔ کہ جنگی ضروریات کے سلسلہ میں ایک محکمہ رسد رسانی قائم کیا گیا ہے جس کے انچارج سر ظفر اللہ خاں مقرر ہوتے ہیں۔ آپ بڑے پکے مرزائی ہیں۔ اور مجھے حیرت ہے کہ اگر برطانیہ اور جرمنی میں جنگ چھڑ گئی اور ہٹلر اس سے پہلے مرزائی ہو گیا۔ تو سر ظفر اللہ خاں برطانیہ کو رسد پہنچائیں گے یا جرمنی کو؟

لیکن مسٹر صدرالدین کو ہٹلر کے مرزائی بنانے کی تجویز بڑی دیر کے بعد سوجھی ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے ہٹلر کانگرسی ہو چکا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا مسٹر گاندھی نے اسے دعوت دی تھی کہ وہ عدم تشدد اور ستیہ گرہ کے اصول سیکھے۔ چنانچہ ہٹلر اس اصول کے ذریعے فتوحات حاصل کئے جا رہا ہے۔

فرانس کے ہٹلر نے جو جواب کل دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ پکا گاندھی بھگت ہے۔ جواب یہ ہے کہ "دنیا کو میرے طریقوں پر اعتراض ہے لیکن میں آج تک ان طریقوں پر عمل کر کے خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر کامیاب ہوتا رہا ہوں اور آئندہ بھی کامیاب ہونگا۔

نامہ نگار پرندہ

جنگ کے سلسلہ میں تازہ ترین خبریں یہ ہیں۔ کہ "شہباز" نے مزید عملہ رکھ لیا ہے۔ اور بعض ایسے انتظامات کیئے ہیں۔ جن سے جنگ کی خبریں تازہ بتازہ فٹافٹ قارئین تک پہنچتی رہیں۔ خاص ضمیموں کیلئے خاص اہتمام کیا گیا ہے اور حقہ کانفرنس کے لئے ایک کمرہ مخصوص کر دیا گیا ہے۔ جس میں محققین گرماگرم جنگی کونسلیں منعقد کریں گے۔

لیکن لگے ہاتھوں یہ خبر بھی سن لیجیئے۔ کہ آپ کا حاجی لق لق "شہباز" کا جنگی نامہ نگار ہو کر میدان جنگ کو جا رہا ہے۔ ہوائی جہاز کے ذریعہ سے روانگی ہو گی۔ اور کوئی دن جاتا ہے۔ کہ آپ کو عین میدان جنگ کے بیچوں بیچ کی "وار ڈائری" پڑھنے کو ملے گی۔ خدائی قدرت دیکھئے کہ ابھی پچھلی جنگ کے متعلق "حاجی لق لق کی وار ڈائری" ختم نہ ہوئی تھی۔ کہ نئی جنگ شروع ہو گئی۔

آپ خدا کی کس کس قدرت کو دیکھیں گے؟ راقم الحروف نے پچھلی جنگ کے میدان

سے بھاگ کر اخباری دنیا میں پناہ لی تھی۔ اور خیال تھا کہ اب ساری عمر لاہور ہی میں گزار دونگا۔ لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جنگ پھر چھڑ گئی۔ اور اب اخباری دنیا مجھے پھر میدان جنگ کی طرف دھکیل رہی ہے۔ موسیٰ بھاگا موت سے آگے موت کھڑی۔

گزشتہ جنگ میں میدان میں جنگ کے فوٹو لینے کے لئے کبوتر مقرر تھے۔ ایک چھوٹا سا کیمرہ کبوتر کے گلے میں باندھ دیا جاتا تھا۔ وہ محاذ جنگ کے اوپر اُڑتا رہتا تھا۔ اور تصاویر خود بخود اُترتی جاتی تھیں۔ فلم ختم ہو جاتی تھی تو گھنٹی بجتی تھی۔ جس سے کبوتر سمجھ لیتا تھا۔ کہ کام ہو گیا۔ کبوتر واپس کیمپ میں آجاتے تھے اور ان کی لی ہوئی ننھی ننھی تصویروں کو انلارج کر لیا جاتا تھا

اب زمانہ بدل چکا ہے۔ جنگ کے طور طریقے بدل گئے ہیں۔ اس لئے اس دفعہ میدان جنگ میں دو پرندے نظر آئیں گے۔ کبوتر اور لق لق۔ یا یوں کہیئے۔ کہ نامہ بر کبوتر اور نامہ نگار لق لق۔

اِنسدادِ بیکاری

میں نے آج ایک ہفتہ کے بعد لاہور آکر اخبارات کا مطالعہ کیا۔ تو بڑی بڑی دلچسپ چیزیں نظر سے گزریں۔ جن میں اہم ترین چیز اُس کمیٹی کی رپورٹ ہے جو انسدادِ بیکاری کے سلسلہ میں مصروفِ تحقیقات تھی۔ اور جس کے تمام ارکان "باکار" تھے یعنی کاروں میں بیٹھ کر بیکاری کی تحقیقات کرتے پھرے اس کمیٹی نے جو تجاویز پیش کی ہیں ان کی تعداد ۱۳۱ ہے۔ اور یہ بڑی حوصلہ شکن بات ہے۔ یہ کم از کم ۴۲۰ تک تو پہنچتی؟

کمیٹی نے ہر قسم کے بیکاروں کے متعلق تجاویز پیش کی ہیں۔ لیکن صوبہ کے اہلِ قلم حضرات کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ ہمارا صوبہ خیر سے ایک سو پچاس فی صدی شاعر اور ادیب پیدا کرتا ہے۔ لیکن اس جنسِ فراواں کے "نکاس" کی کوئی صورت پیدا نہیں کی گئی۔ بعض کانگرسی حکومتوں نے اچھے اہلِ قلم حضرات کو مصروفِ کار کرنے کے لئے مفید تجاویز سوچی ہیں۔ ہمارے صوبہ کی حکومت کم از کم اتنا ہی کرے۔ کہ ان کو تیل کی دکانیں کھلوا دے۔ تاکہ یہ ضرب المثل صحیح

ثابت ہو جائے۔ ع

پڑھیں فارسی بیچیں تیل

پنجاب کے پرائمری سکولوں میں ایک "کھیتی کی کتاب" پڑھائی جاتی ہے جس میں مذکور ہے کہ بیج بونے کے تین طریقے ہیں۔ چھٹّا، پورا اور کیرا۔ اب روس کی حکومت نے بیجوں کو ہوائی جہاز سے پھینکنے کا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ اگر اسے پنجاب میں بھی رواج دیا گیا۔ تو ماسٹر جی کے اس سوال پر کہ بیج بونے کے طریقے بتاؤ۔ طالب علم نے یہ جواب دیا کریگا۔ کہ چھٹّا۔ پورا، کیرا اور ہوائی جہاز

اس بات پر ہی کیا موقوف ہے۔ سائنس ہماری دنیا ہی بدل دینے کو ہے امریکہ میں مشین کے ذریعہ بچے پیدا کرنے کا طریقہ کامیاب ثابت ہو چکا ہے۔ اس لئے آئندہ لوگ یہ نہیں کہا کریں گے۔ کہ اے خدا مجھے نعمت اولاد سے بہرہ ور کر۔ بلکہ یہ کہا کریں گے۔ کہ اے مشین مجھے بچہ دے۔

ٹیلیفون پر

حکومت سندھ کے پارلیمنٹری سکرٹری خان بہادر گبولے عجیب مصیبت میں مبتلا ہیں۔ کوئی شخص انہیں ٹیلیفون پر تنگ کر رہا ہے۔ کبھی کہتا ہے "میں گورنر ہوں۔ فوراً گورنمنٹ ہاؤس پہنچ جاؤ" کبھی کہتا ہے "میں سنٹرل جیل کا جیلر ہوں۔ آپ کے فلاں دوست نے جیل میں خودکشی کر لی ہے" سکرٹری صاحب نے بڑے حسرت آمیز لہجہ میں اعلان کیا ہے۔ کہ کیا کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھے اس بدمعاش کے پکڑنے میں مدد دے؟

خان بہادر گبولے کو خوش ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اکیلے اس مصیبت میں مبتلا نہیں، بلکہ راقم الحروف کو بھی یہی عارضہ لاحق ہے۔ مجھے ایک شخص ایک دو روز سے یہ ٹیلیفون کر رہا ہے۔ کہ "میں عزرائیل ہوں۔ اور تمہاری جان لینے کے لئے آ رہا ہوں" میں حیران ہوں۔ کہ جان لینے سے پہلے یہ تنبیہہ کیسی؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عزرائیل کچھ مچھر قسم کا عزرائیل ہے۔ جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ ؎

مچھر سے سیکھے شیوۂ مردانگی کوئی
جب قصدِ خون کو آئے تو پہلے پکار دے

میرا تو خیال تھا۔ کہ عزرائیل نے اپنی خدمات محکمۂ جنگ کے سپرد کر دی ہیں۔ اور وہ میدانِ جنگ میں روحیں قبض کرتا پھر رہا ہے۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ غریب لاہور ہی میں مارا مارا پھرتا ہے۔ بہر حال میں خان بہادر گبولے کی طرح یہ اعلان نہیں کرتا۔ کہ کوئی شخص اس عزرائیل کے پکڑنے میں میری مدد کرے۔ بلکہ میں خود عزرائیل صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ؎

جان کیا چیز ہے اے جان تم آؤ تو سہی

میں نے کسی وقت کہا تھا ؎

آواز بھی مری نہیں سننا انہیں پسند
کس بے رخی سے قتل مجھو ہاف کر گئے
میں نے کہا کہ "ہیلو! یہ لق لق ہوا سطرف"
سنتے ہی میرا نام وہ رنگ آف کر گئے

میں نے جب یہ قطعہ لکھا تھا۔ تو مجھے اس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کہ خود مجھے ہی یہ رویہ اختیار کرنا پڑیگا۔ لیکن اب جونہی میں ٹیلیفون پر عزرائیل کی آواز سنتا ہوں۔ تو رنگ آف کر دیتا ہوں۔ سچ کہتے ہیں۔

کردنی خویش آمدنی پیش

چوہا اور بلّی

ایک گھر کے چوہے بلّی سے بہت تنگ آ گئے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے چودھری کے بل میں ایک آل گھر چوہا کانفرنس منعقد کی۔ اور اس میں اِس امر پر بحث ہونے لگی۔ کہ بلّی سے کیسے نجات حاصل کی جائے بحث وتمحیص کے دوران میں ایک عدم تشدّدی چوہا بہت دور کی کوڑی لایا۔ اس نے کہا۔ کہ بلّی کے گلے میں ایک گھنٹی باندھ دی جائے۔ تاکہ جب بلّی کی آمد آمد ہو۔ تو گھنٹی کی آواز سن کر چوہے خبردار ہو جائیں۔ اس پر ایک بوڑھا چوہا بولا۔ کہ بیٹا! تجویز تو ٹھیک ہے۔ لیکن بلّی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا؟

آج مجھے یہ کہانی مسٹر گاندھی کے الفاظ سے یاد آ گئی۔ آپ سے کسی نے سوال کیا تھا۔ کہ مہاتما جی! شراب کے خلاف تو آپ کے چیلوں نے زبردست مہم شروع کر دی۔ لیکن دوسری قباحتوں کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ جو شراب خوری سے کم نہیں؟ مثلاً سٹہ بازی۔ قمار بازی۔ گھوڑ دوڑ

وغیرہ۔ آپ ان خباثت کے خلاف کیوں جنگ نہیں کرتے؟ مسٹر گاندھی نے اپنے اخبار "ہری جن" میں جواب دیا ہے کہ تجویز تو ٹھیک ہے۔ لیکن بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا؟

مسٹر گاندھی کو بلی کے بجائے بلیوں کا لفظ استعمال کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ آگے چل کر آپ نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مذکورہ بالا قباحتوں کے خلاف مہم جاری کرنے میں انہیں کئی بلیوں کا خطرہ ہے۔ مثلاً سب سے بڑا بلا وائسرائے ہند ہے۔ جس کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔ کہ "اگر میں نے گھوڑ دوڑ اور اس کی اندرونی بازیوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ تو وائسرائے اور دیگر اعلیٰ شخصیتیں میری دشمن ہو جائیں گی۔" گویا مطلب یہ ہے کہ گھوڑ دوڑ سے ملک تباہ ہو جائے تو بلا سے۔ لیکن وائسرائے صاحب ناراض نہ ہو جائیں۔

سٹہ بازی کے متعلق آپ نے جواب دیا ہے۔ کہ اگر اس کی مخالفت کی جائے۔ تو اُن لوگوں کا ڈر ہے۔ جو آپ کو باقاعدہ چندہ دیتے ہیں۔ اور اگر سینما کے خلاف تحریک شروع کی گئی۔ تو وہ لوگ دشمن ہو جائیں گے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ سینما تعلیم و اصلاح

کا عمدہ طریقہ ہے۔ لیکن آپ کا سب سے زیادہ دردناک فقرہ یہ ہے۔ کہ اگر ان چیزوں کی مخالفت کی گئی تو میری مہاتمائی بھی ختم ہو جائے گی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

پھانسی کا تختہ

شیر شاہ (ملتان) سے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ وہاں ایک ۱۴ سالہ لڑکی کی شادی..... ایک "دائم مریض" لڑکے سے ہونے والی ہے۔ لڑکی اس شادی پر رضامند نہیں۔ لیکن اس کا والد جبر کر رہا ہے۔ نامہ نگار کو توقع ہے کہ اس شادی کو فوراً نہ روکا گیا۔ تو لڑکی خودکشی کر لے گی۔ اور اس کا خون ڈپٹی کمشنر صاحب ملتان اور سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس ملتان کی گردن پر ہو گا۔

خدا نے ہمیں پھانسی کے تختے سے بچا لیا ہے۔ کیونکہ نامہ نگار نے یہ نہیں لکھا۔ کہ اگر یہ اطلاع اخبار میں فوراً شائع نہ ہوئی تو ایڈیٹروں پر قتل عمد کا مقدمہ چلایا جائے گا۔ بہر حال چونکہ معاملہ اہم ہے اسلئے ہم نے نامہ نگار کی کسی تنبیہہ کے بغیر اس کا ذکر کر دیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر لڑکی نے اس اطلاع کے شائع ہونے اور افسران مذکور تک پہنچنے سے پہلے خودکشی کر لی تو پھر یہ خون کس کی گردن پر ہو گا؟

برتھ کنٹرول

راقم الحروف نے اگلے دن لکھا تھا۔ کہ آج کل سیاسی اکیمیں اس قسم کی تیار ہو رہی ہیں کہ ان کو سیاستدانوں کی بجائے سائینس دان ہی پرکھ سکتے ہیں، اس سلسلہ میں میں نے چھوٹو رام کمیٹی کی برتھ کنٹرول اکیم کا ذکر بھی کیا تھا۔ لیکن ایک درست مسٹر سومناتھ دلادر چمیہ سے لکھتے ہیں۔ کہ برتھ کنٹرول اکیم تو اقتصادیات سے تعلق رکھتی ہے۔ اسے آپ سیاسی اکیموں کی صف میں کس طرح کھڑی کر سکتے ہیں؟

جواباً عرض ہے، کہ بچوں کا مسئلہ چمگادڑ کی طرح دو گونہ حیثیت رکھتا ہے۔ بچے پیدا نہ کرنا اقتصادیات سے تعلق رکھتا ہے اور بچے پیدا کرنا سیاسیات سے۔ بچے پیدا کرنے سے ملک کی اقتصادی حالت کمزور ہوتی ہے۔ اور بچے پیدا نہ کرنے سے سیاسیات کو ضعف پہنچتا ہے۔ لہذا برتھ کنٹرول کا مسئلہ اقتصادی بھی ہے اور سیاسی بھی، یا یوں کہئے، کہ بچے پیدا کرنے والوں کے سامنے یہ سوال ہے۔ کہ ؎ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

پنجاب کی بے روزگاری دور کرنے کے لئے چھوٹو رام کمیٹی نے یہ تجویز پیش کر دی ہے۔ کہ بچے پیدا کرنے ترک کر دیئے جائیں اور اس کے لئے برتھ کنٹرول کو رواج دیا جائے۔ لیکن قیاس کہتا ہے کہ کابینہ وزارت میں بھی اس تجویز کو استحسان کی نظروں سے نہیں دیکھا جائیگا۔ دور نہ جایئے وزیر اعظم ہی کو لیجیئے۔ بھلا وہ اس تجویز کو کب پسند کرنے لگے۔ جبکہ ان کے نزدیک پنجاب ہندوستان کا شمشیر زن بازو ہے؛ اگر پنجاب میں بچے پیدا ہونے بند ہو گئے تو فوجیں کہاں سے بنیں گی۔ اور تلوار کون چلائے گا؟

دوسرے وزیر جو برتھ کنٹرول کی مخالفت کریں گے۔ آنریبل میاں عبد الحی وزیر تعلیم ہوں گے۔ کیونکہ اگر اہل پنجاب نے بچے پیدا کرنے بند کر دیئے تو ظاہر ہے۔ کہ سکول اور کالج بھی کالعدم ہو جائیں گے۔ محکمۂ تعلیم کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔ اور وزارت تعلیم بھی ختم ہو جائے گی۔ اس صورت میں میاں صاحب کو صرف تعلیم بالغان ہی پر اکتفا کرنی پڑے گی۔ اور بس

سائیکل ٹیکس

لاہور کے ناظم بلدیہ مسٹر میکناب نے شہر کی میونسپل ایڈمنسٹریشن کے متعلق اپنی رپورٹ شائع کی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ لاہور دنیا کے یا کم از کم ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں سب سے گندہ شہر ہے۔ اگر صاحب موصوف نے ان الفاظ میں اپنی کسرِ نفسی کی ہے۔ تو ان کا جذبہ قابلِ تعریف ہے۔ لیکن اگر حقیقت بیان کی ہے۔ تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ؎

اے بادِ صبا این ہمہ آوردۂ تست

مسٹر میکناب نے اس رپورٹ میں جہاں ٹیکسوں کا ذکر کیا ہے۔ وہاں لاہور والوں پر یہ الزام لگایا ہے۔ کہ وہ ٹیکسوں پر اعتراض کے عادی ہیں۔ اور ان کی یہ عادت انوکھی نہیں ہے۔ اہلِ لاہور کی اس عادت کو پرانی ثابت کرنے کے لئے آپ نے

مثال دی ہے۔ کہ جب اُودے پور کے حکمران رانا امر نے اپنے ہاں نمک پر ٹیکس لگایا۔ تو بھنیہ بھاٹوں نے جو نمک کا کاروبار کرتے تھے۔ ٹیکس دینے سے انکار کر دیا۔ سبحان اللہ کیا مثال ہے۔ اسی کو کہتے ہیں "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ"۔

مختلف ٹیکسوں کا ذکر کرتے ہوئے صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ بائیسکلوں پر فی سائیکل دو روپے سالانہ ٹیکس لگایا جائے گا۔ اس ٹیکس کو جائز قرار دینے کے لئے آپ فرماتے ہیں کہ اول تو مدراس میں ایسا ہی ٹیکس موجود ہے۔ اور دوم یہ کہ خود لاہور میں ۱۹۱۶ء میں چھ روپے ٹیکس لگایا گیا تھا۔ لیکن وصول نہیں کیا گیا تھا۔ ہماری تجویز یہ ہے۔ کہ اگر اب بھی ارادہ صرف ٹیکس لگانے کا ہے۔ اور وصول کرنے کا نہیں۔ تو مسٹر میکناب کو اجازت دی جائے کہ ہر سائیکل پر سو روپے سالانہ ٹیکس لگا دیں ۔

نئی کانفرنسیں

"شہباز" کے ادارۂ تحریر نے اخبار کے صفحہ ۴ اور ۵ کی درمیانی پٹی کو خبروں سے بھرنے کا رواج نکالا۔ تو لاہور کے باقی مسلم اخبارات نے بھی اس کا تتبع کیا۔ "شہباز" میں ایک کے بجائے دو لیڈنگ آرٹیکل پہلو بہ پہلو چھپنے لگے۔ تو اس کی نقل بھی شروع ہو گئی۔ "شہباز" والوں نے حقہ کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ تو ایک اخبار نے اس کا چربہ بھی اتارنا شروع کر دیا لیکن ہمارا کہنا تو یہ ہے کہ "نقالوں سے بچو"۔ اصلی اور وڈی حقہ کانفرنس، ہماری ہے۔

کانفرنس کے معاملہ میں لاہور کے بعض ہندو اخبارات بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ لیکن چونکہ وہ قارئین کے ایک خاص طبقہ کی نکتہ چینی سے ڈرتے تھے۔ اس لئے حقہ کانفرنس تو نہ بنا سکے۔ البتہ انہوں نے نئی قسم کی کانفرنسوں کی طرف توجہ کی۔ ایک نے چائے لیگ کی بنیاد رکھی۔ اور دوسرے نے لسی کانفرنس کی۔ یہ ابھی ابتدا ہے۔ تھوڑے عرصے میں پاپڑ کانفرنس،

دہی بھلّہ کانفرنس۔ اور پکوڑی کانفرنس بھی بن جاتے گی۔

لیکن معاف فرمایا جاتے۔ تو عرض کر دوں۔ کہ ہمارے معاصرین کی کانفرنسیں محض الفاظ ہی تک محدود ہیں۔ ورنہ عملی کام کرنے میں "شہباز" ہی دیگر اخبارات کی رہنمائی کرتا ہے۔ مثلاً "ویر بھارت" نے لسّی کانفرنس کی تجویز پیش کی تو "شہباز" نے اس کی نقل کرتے ہوتے نہیں۔ بلکہ اس کی مفید تجویز پر عمل کرتے ہوتے ایک لسّی کانفرنس کر ہی ڈالی۔ یہ کانفرنس ۱۲ر اگست ۱۹۳۶ء کی صبح کو دفتر "شہباز" میں منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت خان بہادر نواب احمد یار خاں دولتانہ نے فرمائی۔ اور ہاتف نے ندا دی ع

ہر کسے را بہر کارے ساختند

یہ کانفرنس بڑی کامیاب رہی۔ میز پرلسی کے جگ۔ مِسّی روٹیاں اور قیمے والے پراٹھے چنے گتے۔ اور کانفرنس کو غیر فرقہ وار بنانے کے لئے گھی میں بھُنی ہوئی دال اور مونگرا بھی حاضر کیا گیا۔ مَیکش صاحب نے صاحب صدر کا جام صحت تجویز کیا۔ اور راقم الحروف نے ایک "سپاسنامہ" پیش کیا۔ جو حسب ذیل قطعہ پر مشتمل تھا ؎

لگے کہنے جناب دولتانہ
بہت کم ہے تری لسّی میں پانی
کہا میں نے کہ ہے اس سے بھی تھوڑا
جلال آباد کی لسّی میں پانی

یہ میرے سسرال کے گاؤں جلال آباد ضلع ملتان کی خشک سالی کی طرف اشارہ تھا۔ جہاں کھیتیاں آبِ نہر کی قلت کے باعث سوکھ رہی ہیں۔

ہندو مسلم مصالحت

ہندو مسلم سمجھوتہ کے سلسلے میں مسٹر جناح پر گاندھی جی کا جادو نہیں چلا۔ تو اب انہوں نے اس غرض کے لئے ہزہائینس سر آغا خاں کو تاکا ہے۔ اور دونوں اصحاب بہت جلد بارڈولی کے مقام پر ملاقات کرنے والے ہیں۔ لیکن ہمیں حیرت ہے کہ سر آغا خاں مسلمانانِ ہند کے سیاسی نمائندہ کب بنے؟ وہ تو صرف انگلستانی سیاست کے ماہر ہیں۔ اور حاجی لق لق نے اسی لئے کہا تھا ؎

سیاست بزمِ جاناں کی بھلا ہم آپ کیا سمجھیں
بڑا مشکل ہے ہر عاشق کا آغا خان بن جانا

بہرحال ایک بات واضح ہے۔ کہ مسلمانانِ ہند سر آغا خاں کو اپنا پنچ سمجھیں نہ سمجھیں یا ان کے فیصلہ پر عمل کریں نہ کریں۔ لیکن دونوں پنچوں کی گفتگوئے مصالحت کامیاب ہو جائے گی۔ کیونکہ سرکارِ برطانیہ کے بہی خواہ اور عقیدتمند ہونے کے باعث دونوں کے نقطہ ہائے نظر ایک دوسرے پر منطبق ہوتے ہیں۔ اور ضرورت یہ ہے کہ ؎

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میرؔ ہوئے
زلفِ جاناں کے سب اسیر ہوئے

مصالحت کرانا بڑا نیک کام ہے۔ خواہ یہ مصالحت میرے اور "اُن" کے درمیان ہو یا چین و جاپان کے مابین۔ اور یہی باعث ہے۔ کہ برطانیہ کے وزیراعظم مسٹر نیول چیمبرلین کو فرشتۂ امن کہا جاتا ہے۔ اور ان کے نوبل پرائز حاصل کرنے میں صرف ایک ناؤ کی کسر باقی رہ گئی تھی۔ اگر سر آغا خاں مسلمانوں کو کانگریس کے ہاتھ بیچنے میں کامیاب ہو گئے۔ تو سُنا ہے کہ سیٹھ برلا ہز ہائی نس کے برابر سونا تول کر دان کریں گے۔

راقم الحروف نے انجمن حمایت اسلام کی گولڈن جوبلی میں ایک نظم پڑھی۔ جس کا ایک بند یہ ہے:۔

چھڑی نے مسلمانوں کی تلوار چھینی
ادھر ہیٹ نے اس کی دستار چھینی
بڑی چیز چھینی جو اس بار چھینی
کہ دھوتی نے آغا کی شلوار چھینی

ہیں نز صوبہ سرحد کے پٹھان کی شلوار چھن جانے ہی کو بڑی چیز سمجھتا تھا۔ لیکن کیا معلوم تھا۔ کہ اس سے بڑی بڑی چیزیں چھن جانے والی ہیں ؟ آج کے اخبارات میں خبر شائع ہوئی تھی۔ کہ خدائی خدمتگاروں کا ایک گروہ مس میراں بہن سے چرخہ چلانا سیکھنے اتمان زئی روانہ ہو گیا ہے۔ گویا اب پستول کی جگہ چرخہ چلا کرے گا۔ اور مجھے اپنی نظم میں ایک بند بڑھانا پڑے گا جس کا ایک مصرع یہ ہو گا ؎

کہ میراں نے آغا کا پستول چھینا

معلوم ہوا ہے۔ کہ خدائی خدمتگاروں کا "چرخہ کورس" ایک ماہ میں ختم ہو گا۔ اور جب وہ امتحان پاس کر کے واپس جائیں گے۔ تو تحصیل پشاور میں چرخہ کاتنے کا مرکز قائم کریں گے۔ وہ منظر بھی کیا ہی شاندار ہو گا کہ آغا صاحبان اپنی اپنی شرعی داڑھیوں کے ساتھ رنگ رنگیلے چرخے کات رہے ہوں گے۔ اور ساتھ ساتھ "زلفے بہ زلفے" کی دھن میں آہستہ آہستہ یہ گائیں گے ؎

کت چرخہ شام منائے گا
خواس کھیڈن سے بچائے گا

جنرل سیلیوٹ

تیر پر تیر چلاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے

چلاؤ —— تیر پہ تیر چلاؤ

آتشبازی چلاؤ۔

نگاہوں کے بم

اداؤں کے گولے

غمزوں کی گیس

اور ایک —— مشین گن

چلاؤ —— لیکن یاد رکھو۔ کہ ؎

جذبۂ عشق سلامت ہے تو انشاءاللہ
کچے دھاگے سے چلی آئیگی سرکار بندھی

ہم جنگ کے ماہر ہیں
ہم نے کیا کیا زخم نہ کھائے ہ

تیر ـــــ تلوار ـــــ بھالے ـــــ

نہیں! نہیں! بندوق۔ توپ۔ مشین گن۔ بم۔

ـــــ اور خفیہ حربہ!

وہ خفیہ حربہ ـــــ جو زیرِ نقاب ہے۔

نقاب اُٹھنے کو ہے ـــــ اور ہم؟ ؎

سدا بہار کا موسم رہے رہے نہ رہے
تمہارا حسن رہے ہم رہے رہے نہ رہے

(کوئی شاعر صاحب)

میں فوجی آدمی ہوں۔

جرنیل سر عمر حیات خاں بھی "فوجی آدمی" ہیں

جنرل ـــــ سیلیوٹ!

پریزنٹ آرمس!

ایزیو ورٖ

ـــــ سو جاؤ!

تم کیا ہو

تم کیا ہو ——— اے جان تم کیا ہو؟
تمہاری باتیں میٹھی ہیں
تمہاری ادائیں شیریں
تمہاری گالیوں میں مٹھاس
تمہاری جھڑکیوں میں حلاوت
تم کیا ہو؟
اے جان ——— تم کیا ہو؟
——— متھرا کے پیڑے!

تم کیا ہو ——— اے جان تم کیا ہو؟
تمہارے حسن میں نمکینی
تمہاری گفتگو چٹپٹی
تمہارا خال فلفل سیاہ،

تمہارے نخرے ہیں گرم مصالہ

تم کیا ہو؟

اے جان ——— تم کیا ہو؟

گرما گرم آ تو چھو لے

تم کیا ہو ——— اے جان تم کیا ہو؟

تمہاری نگاہیں ——— آنکھوں کی ٹھنڈک

تمہارے جلوے ——— دل کی ٹھنڈک

تمہاری سرد مہری ——— ٹھنڈک ہی ٹھنڈک

تم کیا ہو؟

اے جان ——— تم کیا ہو؟

——— بمبئی والی اے۔ ملائی والی اے۔ گلاب والی اے۔

تم کیا ہو ——— اے جان تم کیا ہو؟

کلیوں نے تمہیں دیکھا تو مسکرائیں

گلوں نے تمہیں دیکھا تو ہنسے

بلبل نے تمہیں دیکھا تو چہچہائی
لالہ نے تمہیں دیکھا تو سُرخ ہو گیا

تم کیا ہو ؟

اے جان ——— تم کیا ہو ؟

——— پاکستانی اسکیم

کیا پوچھا ؟

میں کون ہوں ؟

میں اور پھر کون ہوں ؟

میں کون ؟ ——— میں خواہ مخواہ !

عید نامے

السلام و علیکم ۔ عید مبارک ہو ۔
بلالِ عید تم پر سو برکتیں نازل کرے ۔
تم اسمبلی کے ممبر ہو ۔
کسی تحریک کے لیڈر ہو جاؤ ۔
خدا تمہیں چندے دلائے
لندن کی زیارت نصیب کرے
سینما دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے
فقیروں کی تو دعا ہی دعا ہے

السلام علیکم ۔ عید مبارک
آج دنیا میں عید ہے
ہمارے شہر میں عید ہے
ہمارے گھر میں عید ہے ۔

لیکن ہمارے دل میں محترم ہے
اور تمہاری یاد شستہ گرہ کئے بیٹھی ہے
نہ نکلتی ہے
نہ چین لینے دیتی ہے
خود آؤ۔ یا کوئی آرڈی ننس جاری کرو

السّلام علیکم و عید مبارک اللہ
عید آگئی اور آپ نہ آئے
آپ آتے ہو
تو عید نہیں آتی
آخر آپ میں اور عید میں کیا رقابت ہے؟
کیا اب کے ایسا بھی ہو سکتا ہے۔
کہ آپ بھی آؤ اور عید بھی۔
تاکہ میں یہ کہہ سکوں۔ کہ مصیبت کبھی تنہا نہیں آتی۔

السلام علیکم۔ عید مبارک
غضب خدا کا کہ عید کے دن بھی عدم تعاون

اجی صاحب!
آپ کہاں کے سیاسی لیڈر رہتے ؟
آپ کے بغیر عید کا کیا لطف آئیگا ؟
بس گھر میں بیٹھ کر گاندھی کا چرخہ کاتوں گا اور گاؤں گا ؎
چرخہ میرا رنگ رنگیلا

صبح عید

عزیز تر از جان!
السّلام علیکم
آج صبح عید ہے
گلشن میں عید مارچ کرتی معلوم ہوتی ہے
غنچوں کے چٹکنے سے گمان ہوتا ہے. کہ ——
وہ عید کارڈ ٹائپ کر رہے ہیں
بلبلوں کے ترانے ظاہر کرتے ہیں. کہ ——
وہ عید کا "ماہیا" گا رہی ہیں
ہم بیکار کیوں بیٹھیں ؟

آؤ ایک دوسرے کے گلے ملیں
روبرو نہیں تو تصور ہی میں سہی

انتظار زدہ

....

نغمۂ عید

کرمفرمائے من !

السلام علیکم ۔ عید مبارک !

لیکن یہ بھی کیا عید ہے ۔ کہ "تم کہیں اور ہم کہیں"

لطف جب ہوتا ۔ کہ آپ یہاں آتے

ایک شہتیر سے میں لٹک جاتا ۔ اور ——

دوسرے سے آپ

پھر دونوں مل کر یہ نغمہ گاتے ع

ہر روز عید نیست کہ حلوہ خورد کسے

کشتۂ انتظار

....

ہوائی عید

مہربان من!

السلام علیکم

خواہش یہ تھی کہ ہوائی جہاز ملتا۔ تو ———

اس میں بیٹھ کر آپ کے گھر "عید مبارکوں" کے بم گراتا

اور پھر پیراشوٹ کے ذریعے آپ کے صحن میں نازل ہوتا

لیکن دونوں چیزیں میسر نہیں۔ اس لئے ———

دُور ہی دُور سے "عید مبارک" قبول فرمایئے

ہوا باز محبت

. . . .

فوجی عید

کرمفرمائے من!

السلام علیکم

عید بڑے انتظار کے بعد آئی

میں تو یہ سمجھنے لگا تھا کہ عید فوج میں بھرتی ہوگئی ہے
لیکن آپ نہیں آئے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ بھرتی ہو گئے ہیں
بہر حال جہاں رہو۔ خوش رہو۔
یاروں کی تو دعا ہی دعا ہے۔ یا ؟
یا پھر خالی عید مبارک

فوج کیش

....

عید بنک

مشفق من!
السلام علیکم۔ آپ نہیں آئے۔ اس لئے میں نے عید نہیں منائی۔
البتہ ایک ہزار "عید مبارکیں" عید بنک آف انڈیا میں جمع کرا دی ہیں۔
تاکہ جب آپ آئیں تو ——
یہ رقم بنک سے نکلوا کر آپ کے پیش کی جائے۔
بہر حال بطور نمونہ ایک عدد "عید مبارک" وصول فرمائیے۔

نیاز مند

....

عید ڈکار

مہربان من!

السلام علیکم۔ عید مبارک!

عید کا دن ہے۔ صبح صبح مجھے چھینک آئی

تو میں سمجھا۔ کہ آپ نے مجھے یاد کیا۔

ڈکار آئی۔ تو میں سمجھا۔ کہ آپ نے سوّیاں کھائیں۔

ہچکی آئی۔ تو کسی نے کہدیا۔ کہ تم نے نمک چرایا ہے۔

غرض چھینکوں ڈکاروں اور ہچکیوں میں صبح عید گذر گئی۔

اور آپ نہ آئے۔ گویا عید ڈکار گئے۔

دُور افتادہ

. . . .

چار سو بیس

جانِ برادر!

السلام علیکم

چار سو بیس عید مبارکیں ارسالِ خدمت ہیں
پوری پانچ سو تھیں لیکن اسّی ڈاک خانہ والو نے بطور کمیشن کاٹ لی ہیں۔
اور پانچ شاید آپ کا چپڑسی رسان بطور انعام کاٹ لے گا۔
بہرحال کساد بازاری کے زمانہ میں چار سو بیس پر ہی اکتفا کیجئے۔
آپ کا مخلص

. . . .

عید باغ

مہربانِ من!

عید مبارک

نسیم سحر اخبار پڑھ رہی ہے۔
بلبلیں چائے پی رہی ہیں۔
سبزہ پان لگا رہا ہے
شبنم دوپٹہ چن رہی ہے
قمری سوٹ پہن رہی ہے۔

لیکن تمہاری انتظار میں میری سویاں ٹھنڈی ہو رہی ہیں۔
اگر کچھ قسمت میں ہے تو آجاؤ۔
ورنہ اللہ بیلی!

نیاز مند

....

موروثی عید

مہربانِ من!

السلام علیکم

من مظہر بقائمی ہوش و حواس ایک ہزار عید مبارک " نصف جس کی پانچ سو عید مبارکیں ہوتی ہیں۔ آپ کو ادا کر کے اقرار کرتا ہوں کہ یہ عید مبارکیں تین پشتوں تک آپ کے خاندان کی ملکیت رہیں گی۔ میں یہ چند سطور بطور اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ سند رہیں اور بوقت ضرورت ہرگز کام نہ آئیں۔

گواہ شد — العبد

سویاں — ....

مُلّائی عید

مجتبیٰ!

السلام علیکم

یہ کیا ستم ہے، کہ عید پر بھی نہ پہنچے

یہاں آپ کی یاد میں آنتیں قل ھُو اللہ پڑھ رہی ہیں

اور زبان پر اعوذ باللہ کا ورد ہے۔

اگر اب بھی آجاؤ تو سبحان اللہ!

بلکہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ،

نہیں آتے۔ تو عید مبارک!

الداعی الی الخیر

....

دو چاند

مہربان بندہ!

السلام علیکم۔ عید مبارک

عید کا چاند تو دیکھ لیا۔ لیکن آپ عید کا چاند ہو گئے۔
عید کا چاند آیا۔ لیکن آپ نہ آئے۔
خدا جانے آپ دونوں میں کیا رقابت ہے؟
وہ رات کا چاند۔ آپ دن کے چاند۔
وہ شام کو آیا۔ آپ صبح کو آئیے۔

کشتۂ انتظار

....

جنگی عید

محبّ من
السلام علیکم۔ عید مبارک
ہلالِ عید نے اعلانِ جنگ کر دیا۔
کل میں ہوں گا اور عالمگیر جنگ۔
یعنی تمہیں نہ پا کر ــــــــ
تمام دنیا سے بیزار ہو جاؤں گا۔
گھر والوں سے لڑوں گا۔

باہر والوں سے لڑوں گا
زمین سے لڑوں گا۔
آسمان سے لڑوں گا
تانگے والوں سے لڑوں گا
غرضیکہ پورا "جنگ نامہ" بن جاؤں گا
تم آؤ۔ تو عارضی صلح ہوسکتی ہے

جنگ زدہ

. . . .

جنونِ عید

محسن من
السلام علیکم۔ عید مبارک!
کل عید کا دن ہوگا اور لوگ خوشیوں کے مارے پاگل ہوجائیں گے۔
حبس گھر جاؤ۔
گھر کا گھر پاگل نظر آئے گا۔
اے کاش! کہ تم بھی آجاتے۔ اور پھر ——— ؟

ہم دونوں خوشی کے مارے پاگل ہو کر ـــــــــ
پاگل خانے پہنچ جاتے ۔

عید کا پاگل

. . . .

نیک مطلوب

مہربان قدر دان من سلامت!

بعد السلام علیکم کے واضح ہو کہ اس جگہ عید ہے۔ اور آپ کی عید بدگاہ عید گاہ نیک مطلوب چاہتا ہوں۔ صورت عید یہ ہے۔ کہ آپ موجود نہیں۔ آپ کا دیدار نصیب نہیں۔ بھوک لگتی نہیں۔ سویاں ٹھنڈی ہو رہی ہیں۔ باقی ہر طرح خیریت ہے۔ فقط۔ والسلام زیادہ آداب اور عید مبارک۔

احقر العباد کمترین

. . . .

عید ڈھنڈورا

مجبی و مشفقی!

السلام علیکم۔ عید مبارک

ملک خدا کا۔

حکم سرکار کا۔

اور ڈھنڈورا عید کا

کل عید کا دن ہے۔

اس لئے اگر میرے ہاں نہ آئے تو ——

زیر دفعہ ۲۰۰ تعزیرات عید سزا ملے گی

یعنی پانچ سال کے لئے عید مبارک کے پیغام سے محروم کر دیئے جاؤ گے۔

والسلام

ٹن۔ ٹن۔ ٹن۔ ٹن۔ ٹن۔ ٹن۔ ٹن

منادِ عید

....

سلامِ عید

مشفق بندہ!

سلام کے بعد عید مبارک

عید مبارک کے بعد سلام

پہلا سلام تو سنتِ نبوی ہے۔

اور دوسرا سلام وہ ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ ع

سلام دوستائی بے غرض نیست

اور غرض یہ ہے۔ کہ ہو سکے تو چلے آؤ

ورنہ ہماری عید مارشل لا بن کر رہ جائے گی۔

نیاز آگین

....

عید ہڑتال

مشفق و مہربان!

السلام وعلیکم۔ عید مبارک۔

دور افتادہ کی عید کیا ؟

سویاں محض اس لئے زہر مار کروں گا۔ کہ میٹھی چیز ہے۔
ورنہ آپ کی جدائی میں بھوک ہڑتال کرتا۔
اور سارا دن یہ شعر گنگناتا۔ ؎

کاش اے یار تو ریڈیو میں ملازم ہوتا
تو نہ آتا تری آواز تو آئی ہوتی

انتظار زدہ

....

عید بم

مکرم بندہ تسلیم
عید کا تیوہار مجھ پر بم بن کر گرا۔
آپ کی یاد میں دل زخمی ہوگیا۔
اور جگر مجروح۔
سینہ بریاں ہے اور چشم گریاں۔
اگر آپ پہنچ جاتے تو ———

ایمبولنس کار کی ضرورت نہ رہتی
اب ہسپتال جانا پڑے گا۔
بہرحال آپ کو یہ عید مبارک ہو۔

فقط ۔ والسلام

زخمی عید

. . . .

عید ٹیلیفون

ہیلو! ہیلو!!

آپ بول رہے ہیں؟ خوب۔
السلام علیکم۔ عید مبارک!
ہاں میں ہی بولتا ہوں ——
مہربانی۔ عنایت۔
جی ہاں۔ میں نہیں آسکتا۔
آپ آئیے۔
اکٹھے عید گاہ چلیں گے۔

- سویّاں :۔۔۔۔۔بہت
سوّیاں بھی ہونگی
دودھ بھی ہوگا
چٹنی بھی ہوگی
بس آپ کی ضرورت باقی رہ جائے گی۔
آجاؤ گے۔ تو دسترخوان پورا ہوجائے گا۔
شکریہ!

تشنۂ دیدار

....

عید مبارک

کرمفرمائے بندہ!
السلام علیکم۔ عید مبارک!
عید کا چاند مبارک
نیا لباس مبارک
خچر کی سواری مبارک۔

شاہی مسجد کا مینار مبارک۔

نمازِ عید مبارک

پنگوڑہ مبارک

سوّیاں مبارک ——— اور پھر

بد ہضمی مبارک

بس اتنا لکھ بھیجو۔ کہ

وعلیکم المبارک۔

آپ کا غلام

....

حسرتِ دیدار

مشفق و مہربان!

السلام علیکم مع عید مبارک۔

بھئی۔ ہم بھی کس زمانے میں پیدا ہوئے۔

ابھی تک بجلی کے ذریعے ایک لمحے میں ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچنے کا آلہ ایجاد نہیں ہوا۔

کم از کم آج تک ٹیلی وژن ہی آگیا ہوتا۔

تو ہم گھر بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھ سکتے۔

اور جب عید مبارک کہتے۔ تو ——

دونوں کو غش آجاتا۔

گرسنہ عید

....

عید ہے؟

عزیز من!

سلام نیاز۔

ہمارے ہاں تو آج عید ہے۔

آپ کے شہر میں کیا ہے؟

یہ اس لئے پوچھتا ہوں کہ ہر جگہ کے حالات یکساں نہیں ہوتے۔

کشمیر میں برف پڑتی ہے۔ تو ——

پنجاب میں لو چلتی ہے

ہندوستان میں دن ہوتا ہے۔

تو امریکہ میں رات ہوتی ہے

بہر حال اگر آپ کے ہاں بھی آج عید ہے ——— تو

عید مبارک!

اگر آپ کے ہاں عید نہیں ——— تو

گستاخی معاف

آپ کا کیا؟

. . . .

آؤ۔ آؤ۔ آؤ

مہربان دوست!

السلام علیکم۔ عید مبارک

عید آ گئی۔ تم بھی آ جاؤ۔

لاری پر چڑھ کر آؤ۔

ریل کے ذریعے آؤ

پارسل بن کر آؤ ——— لیکن پیڈ پارسل

غرض جس طرح ہو سکے آؤ۔

اور نہیں آتے تو نہ آؤ۔
لیکن "وعلیکم عید مبارک" تو کہلا بھیجو۔
تاکہ سند رہے۔ اور وقت ضرورت ناکام آئے۔
نیاز آگین

. . . .

تمہاری سواری

عزیز تر از تعطیل!
عید مبارک
صبح عید کا سہانا سماں
کوچہ و بازار کی چہل پہل
رنگا رنگ لباس کی چمک دمک
خچروں اور گدھوں کی آرائش و زیبائش
یہ سب کچھ ہوگا
لیکن تمہاری سواری نظر نہ آئے گی۔
یہ کیا ہی افسوسناک بات ہوگی

اے کاش کہ تم یہاں ہوتے۔

نیاز آگین

....

سوّیاں گرم

دوست مشفق!

سلام کے بعد واضح ہو کہ اس جگہ ہر طرح عید ہے۔

اور آپ کی عید نیک مطلوب۔

صورت احوال یہ ہے۔ کہ ——

اگرچہ بارشیں کم ہوئی ہیں

لیکن سویاں سستی ہیں۔

حکم ہو تو عید کے دن خفتنی کھانے سے بچ رہیں۔ وی پی کے ذریعے ارسال کر دی جائیں۔

خورد و کلاں اور حال پرساں کو عید مبارک۔

زیادہ حد آداب

نیاز مند

....

گمشدہ کی تلاش

عزیز من!

عید کے دن میں تمہیں کہاں تلاش کروں ؟

تمہیں کس طرح پاؤں ؟

پوسٹر چھپواؤں ؟

"گم شدہ کی تلاش" کے لئے اخبار میں اشتہار دوں ؟

منادی کراؤں ؟

وارنٹ نکلواؤں ؟

تم ہی بتاؤ ۔ کہ کیا کروں ؟

بہتر تو یہ ہے ۔ کہ نماز عید سے پہلے اصالتاً حاضر آؤ ۔
ورنہ یک طرفہ ڈگری کی جائے گی ۔

محو جستجو

. . . .

شکوۂ قسمت

محترم بندہ!

السلام علیکم۔ عید مبارک! مزاج شریف؟

عید کا دن ہر صورت عید کا دن ہے۔

اور سویاں کھانی ہی پڑیں گی

لیکن اے کاش۔ کہ آپ بھی یہاں ہوتے

تو سویاں اکٹھے کھاتے۔

آپ کا احسان میرے سر پر ہوتا

ہماری باورچن کا احسان آپ کے سر پر۔

اور میری حبیب کا احسان آپ دونوں کے سر پر۔

بہرحال قسمت پر کسی کا بس نہیں چلتا۔

یار زندہ عید باقی۔

آپ کا

....

تصویرِ یار

بندہ پرور!

کل میں ہو نگا یا آپ کی یاد مع سوّیاں۔

اُدھر پیٹ میں سوّیاں ابلیں گی۔

اور اِدھر دل میں آپ کا تصوّر قلہ بازیاں کھلائے گا۔

میرے لئے دونوں بہت عزیز ہیں۔

اس لئے میں دونوں کے ستم سہوں گا۔

مجھے آپ کا تصوّر مبارک۔

اور آپ کو میری "عید مبارک" مبارک!

آپکا بندۂ بے نوٹ

. . . .

دوگونہ محبّت

یارِ دلنواز!

السلام علیکم و عید مبارک اللہ۔

عید آگئی۔ اور آپ نہ آئے۔

آپ آئے تھے تو عید نہ آئی تھی۔

آخر آپ میں اور عید میں کیا رقابت ہے؟

کیا اب کے ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ——

آپ بھی آؤ اور عید بھی۔

تاکہ میں یہ کہہ سکوں۔ کہ ——

مصیبت کبھی تنہا نہیں آتی۔

خاکسار

....

کتبہٗ

"شاہ" بڑتالوی

حاجی لق لق

کی

دوسری تصانیف

	روپیہ	آنہ
حاجی لق لق کے افسانے ...	۱	۰
پروازِ لق لق	۱	۰
درانتی	۱	۰
لقلقہ	۱	۰
منقارِ لق لق	۱	۰

مکتبۂ اُردو لاہور